ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء

ہدایۃ المؤمنین

فی

علم رب العالمین

مصنفہ علم العلماء افضل الفضلاء جامع علوم عقلی و نقلی حاوی مسائل فرعی و اصلی عالم عامل

فاضل کامل شیخ الفقہا سید الادبا [illegible] الادیب الغریب العجیب من اتی اللہ بقلب سلیم

ولی کل علم علیم حضرت مولانا و سیدنا مولوی سید ابراہیم بن سید عباس رضوی صاحب قبلہ

دام ظلہ العالی مدرس [illegible] مدرسہ نظامیہ

حسب فرمائش جناب نواب حسین علیخان صاحب ابن حکیم سید علی خان [illegible] نواز جنگ مرحوم

در سال ۱۳۳۴ھ

[illegible]

الف ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ کتاب ہٰذا کے لکھے جانے کی غرض و غایت سے
اہل اسلام کو مطلع کر دوں۔

واقعات یہہ ہیں کہ جناب مولوی محمد علی صاحب مدراسی ایک شیعی المذہب بزرگوار نے درباب
خمسۂ اصول دین ایک رسالہ کتاب موسوم بہ الصراط المستقیم معروف بہ کتاب الاعتقاد بغرض رفاہ عام
تالیف کر کے شائع فرمایا جس پر جناب سجاد حسین صاحب رضوی سجاد نے مولف کو
ذریعہ تحریر مطبوعہ کتاب مذکور کے ان مضامین کی طرف توجہ دلائی کہ جن پر عمل کرنے
سے کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ مگر مولف نے صاحب موصوف سے جواباً
یہہ فرمایا کہ مضامین کتاب صراط مستقیم غلط نہیں ہیں۔ حالانکہ کتاب مذکور میں ایک مقام پر
مولف نے لکھا ہے جس کی عین عبارت یہہ ہے " جناب باری تعالیٰ عالم ہے
جمیع اشیاء جزو کل خواہ وہ اشیاء موجود ہوں یا معدوم مگر معدوم کہ لیست بہ شئی ہے
اس کا علم خداوند عالم کو نہیں ہے چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے
(وان اللہ بکل شئی علیم) اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شئے کا علم خداوند عالم
کو ہے اور جو لیست بہ شئے ہے اس کا علم نہیں ہے " عبارت مذکورہ بالا کے
متعلق رضوی صاحب موصوف نے دار الافتائے مدرسہ نظامیہ میں استفتا پیش
کیا جس پر جواب لکھا گیا کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ رضوی صاحب نے
اسی ایک فتویٰ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو ہندوستان تک پہونچا دیا۔

علماء مجتہدین فرقہ امامیہ ساکنین بمبئی و دہلی و لکھنؤ وغیرہ نے بھی مسئلہ مذکور میں
صاف تحریر فرمادیا کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے بلکہ یہہ اضافہ فرمایا کہ اگر

اس کا مرتد فطری ہونا فرض کیا جائے تو اس پر مرتد کے احکام جاری کئے جائیں
الغرض جب فتاوای شائع ہوئے اس وقت مولوی مداح صاحب نے مسئلہ مذکور
کا پہلو بدلدیا اور مضمون مذکور کے اس طرح اصلاح کرکے یعنی وجود معدوم کر لیس شی ہے
اسکا علم خداوند عالم کو مصداقاً نہیں ہے" اساتذہ کرام مدرسہ نظامیہ کے ملاحظہ میں
پیش کیا اور یہہ بیان کیا کہ یہہ میرا اعتقاد نہیں ہے بلکہ بعض علماء کے اقوال ہیں۔ مولف
صاحب کے اس بیان پر جناب مولانا مولوی سید ابراہیم صاحب قبلہ ادیب مدرسہ نظامیہ وغیرہ دیگر
اساتذہ کرام وغیرہ نے مسئلہ مذکور کی نسبت مداح صاحب موصوف کو ایک برأت آمیز تحریر لکھدی
اور باقی کتاب کے نسبت یہہ رائے ظاہر فرمائی کہ عوام الناس کے لئے بہتر ہے۔ مداح صاحب
نے محض ایک برت آمیز تحریر حاصل کرنے کے لئے یہہ بیان کیا تھا کہ اقوال علماء
ہیں میرا اعتقاد نہیں ہے مگر فی الحقیقت انکا وہی اعتقاد تھا اور اسوقت تک برابر اپنے
عقیدہ سابقہ کے تائید میں پرچہ شائع کر رہے ہیں جب مداح صاحب کے عقیدہ کے
حقیقت حضرت ادیب صاحب قبلہ پر آشکار ہوگئی اسیوقت قبلہ ممدوح نے اسبات کا
اعلان فرمادیا کہ "ہم اس عقیدہ میں مداح صاحب کے ہم خیال و زبان نہیں ہیں"
مسئلہ مذکور میں حسب ذیل علماء فریقین نے مداح صاحب موصوف کے عقیدہ کی
تائید کی ہے اور نہایت زور کیساتھ ہر ایک نے تقریظ بھی لکھی ہے۔

جناب مولانا سید ابوبکر بن شہاب ناظر دار العلوم — جناب مولوی جمال الدین صاحب نوری مدرس نظام کالج
" مولوی محمد عبد القدیر صاحب صدیقی مدرس دار العلوم کالج — " سید ابو الحسن صاحب عرف میرن صاحب
" محمد عبد الواسع صاحب — " سید اسعد اللہ صاحب جابری
" سید اشرف صاحب شمسی — " شیخ عبد اللہ صاحب طہرانی
" شبیر علی صاحب — " سید عبد حسین صاحب
" سید احمد حسینی صاحب — " سید تصدق حسین صاحب مہتمم کتب خانہ آصفیہ

جناب مولوی میر موسیٰ حسین صاحب　　جناب مولوی حکیم نثار حسین صاحب عظیم آبادی پٹنہ
جناب میر محمد مہدی خانصاحب جاگیردار　　جناب شیخ علی اکبر صاحب شیروانی

یہاں یہہ امر بھی قابل غور ہے کہ حیدرآباد کے عالم مسلم عندالکل جو فرقہ شیعہ اثنا عشری کے مجتہد جامع الشرائط ہیں یعنی حضرت مولانا مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ و جناب مولانا مولوی سید غلام حسین صاحب قبلہ صدر العلماء کے تقاریظ سے کتاب صراط مستقیم مزین نہیں ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ صاحبان ممدوح الشان کتاب مذکور کے مخالف ہیں۔ میں یہہ ضرور کہونگا کہ جناب سید سجاد حسین صاحب رضوی نے ایک لازمی حق اسلامی ادا فرمایا اور ایک عقیدہ فاسدہ سے اہل اسلام کو باز رکھنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں فرمایا سیکڑوں اشتہارات راستوں پر چسپاں اور مومنین میں تقسیم فرما تاکہ ہر شخص حقیقت نفس الامری سے اچھی طرح مطلع ہو جاسے۔ خداے پاک رضوی صاحب موصوف کو اس کے جزاے خیر عنایت فرمائے اور سب مسلمانوں کو ایک سیدہی راہ ادب اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمائے۔

نوٹ کتاب ہذا حسب خواہش جناب نواب میر حسین علیخانصاحب جاگیردار ابن جناب حیدر نواز جنگ مرحوم مغفور حضرت ادیب صاحب قبلہ نے تصنیف فرمائی ہے خداے پاک سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت عطا فرمائے۔

اس میں شک نہیں جو شخص نفسانیت وہٹ دہرمی سے علحدہ ہو کر کتاب ہذا کو ملاحظہ کریگا یقیناً اوسکو ایک سیدہی راہ ادب حاصل ہو جائیگی۔ امید کہ قبل ملاحظہ حسب صحت نامہ منسلکہ کتاب ہذا کو مومنین درست فرمائینگے فقط۔

محمد عبد السلام خاں
تلمیذ ادیب صاحب قبلہ ممدوح

کاتب سید عباس حسین

جناب مولوی سید امان حسین صاحب (حاشیہ)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۷	ہوتا ہے	ہوتا ہے کہ
۳۷	۱۰	جیسے کردہ	جیسی کردہ
۳۸	۱۱	ظاہر ہے	ظاہر کرے
۳۹	۲۰	جو وجہ	وجہ جو
۴۰	۱	کرتے تھے	کرتے ہو
۴۰	۴	نبت حن	بت جن
۴۰	۹	خط	حظ
۴۱	۹	ہوتی	ہوتے
۴۱	۲۱	معیبت	مصیبت
۴۱	۲۱	لازمی	لازمی ہے
۴۲	۴	منہی	مبنی
۴۳	۳	لوذی	لوذعی
۴۳	۶	لزوم وختم	لزدم وحتم
۴۳	۷	مادرشی	ماوریش
۴۴	۳	ادیب وبیب	ادیب اریب
۴۴	۳	زضوی	رضوی
۴۴	۴	مزلتہ الاقیام	مزلۃ الاقدام
۴۴	۱۲	فی اسمواۃ	فی السمٰوات
۴۵	۱۹	دونو	دونوں
۴۵	۶	مرجوع	مرجوح
۴۵	۸	دونو	دونوں
۴۵	۱۹	ودپھر	اور پھر
۴۶	۷	تعفر	تغفر
۴۶	۸	تنفرا	تنفرلیا
۴۶	۲۰	عربی	عربی
۴۷	۱۴	اسطریق	اسیطریق
۴۷	۱۸	جانتے ہے	جاتی ہے
۴۸	۵	ہلاکت ویاس	ہلاک وما یوس
۴۸	۱۳	دوست وقدیم	دوست قدیم
۴۸	۱۴	بلعجبا اسی	بوالعجبا ایسے
۴۸	۱۵	پاک	پاک کا
۴۸	۱۶	ہی مقصود بنا	یہی مقصود تھا
۴۸	۲۱	سمجھ	سمجھی
۴۹	۹	السنۃ	السنتۃ
۴۹	۹	بالصلحین	بالصالحین
۴۹	۲۰	بیت	کبیت
۵۰	۴	کرسکتے	کرسکتی
۵۰	۴	اتشاد	ارشاد
۵۰	۸	متقدسلےمیں	متقدمین
۵۰	۱۵	اس	ان
۵۱	۴	ایسے	ایسی
۵۱	۱۲	قائم	قائم
۵۱	۱۷	ذات	ذرات
۵۱	۱۸	عقل محض	عقل
۵۱	۱۹	تغبیر	تعبیر
۵۱	۱۹	سکے	سے
۵۲	۱۱	مقدس	مقدسین
۵۲	۱۴	سے ان	ان کی
۵۲	۱۸	جنوزہ	لنوزہ
۵۳	۹	ایسے جیسے	ایسی ہی جیسے
۵۳	۱۱	حضورگم	حضور میں گم
۵۳	۱۹	ہوتا ہے	ہوتا
۵۴	۷	کس کو	کس کو
۵۴	۱۴	جس	جن
۵۴	۱۸	اجلبۃ	اجبتہ
۵۴	۲۱	خلقت	حقیقت
۵۵	۱	وجعلنا	واجعلنا
۵۵	۷	انہیں	ان ہی
۵۵	۱۰	وضع ووا ضع	وضع واضع
۵۵	۱۲	تمتع کی	تمتع نے
۵۶	۱	اثنی	الثنی
۵۶	۹	عدم وجود	عدم ووجود
۵۶	۲۰	ازل	اول
۵۷	۹	ہے	تھا
۵۸	۵	اپنا	آپکا
۵۸	۱۲	نجدد	تجدد
۵۸	۱۷	اسکا مثل	اسکا علم مثل
۵۹	۴	علیہم	علیہ
۵۹	۱۱	سور	سوء
۵۹	۲۱	منہ	منہ
۵۹	حاشیہ	اخریۃ	آخریتہ
۶۰	۱	ظاہریۃ	ظاہریتہ
۶۰	۶	سیدہے	سید ہی
۶۰	۷	حبیبہ	جبیبہ
۶۰	۱۰	العافر	الغافر
۶۰	۳	تغیرات	تعبیرات

اس صحت نامہ کے علاوہ اسپر بھی اگر غلطیاں رہ گئی ہوں امید کہ ناظرین صحت فرمائیں گے جو باعث ممنونیت کا ہوگا۔

محمد عبد السلام خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فقیر حقیر خاکپائے علمائے اسلام جناب باری کے مختعات کو جاننے کے متعلق جو اس وقت علمائے وقت میں نزاع قائم ہے ناظرین کی خدمت میں حسب ذیل عرض پرداز ہے کفار نے بتوں کو جو مثل شمس و قمر و دیگر نجوم ولات وعزیٰ وہبل ومنات وجمادات ونباتات وحیوانات وغیرہ وغیرہ مخلوقات الٰہی کو خواہ وہ ارضی ہوں یا سماوی اللہ جل شانہ کے شریک یا اپنے ہر ایک امر میں شفیع قرار دیتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ان کے ذریعہ سے ان کے تمام کام انجام پاتے ہیں کیونکہ وہ تاثیر نفوس فلکی وارضی کا مشاہدہ کرتے تھے اس لئے کل امور کو انہیں کے جانب منسوب کرنے لگے اور باوجود اس کے اس امر کے بھی قائل تھے کہ آسمان وزمین وغیرہ کا خالق اللہ جل شانہ ہی ہے ۔ افلاک وارض اور جو کچھ ان میں موجود ہے یا ہونیوالا ہو یا ہوگیا ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے میں انہیں کوئی انکار نہ تھا وجہ یہ تھی کہ آثار وافعال ان کو انہیں موجودات سے دکھائی دیتے تھے اور اصلی فاعل کے فعل کی قطع نظر کرتے مظاہر اکوان کے انہیں کوئی صحیح اطلاع نہ تھی اس لیئے کل آثار وافعال کو انہوں نے مظاہر اکوان کی جانب منسوب کر کے ان مظاہر کو شریک حق سبحانہٗ تعالیٰ اور اپنے لئے شفیع ہونے کے قائل ہوگئے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے خیال فاسد کو آیہ (لو کان فیہما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا) سے رد فرمادیا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اگر خدا کے

حق کے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور معبود ہوتے تو البتہ آسمان و زمین میں فاسد ہو جاتے اور ہر ایک اپنا حکم چلانا چاہتا جس کی وجہ نظام عالم برقرار نہ رہتا۔ اس آیہ کریمہ کے بعد کفار کو ایک اور شبہ پیدا ہونا ممکن تھا وہ یہ کہ ممکن ہے کہ ہر ایک مقناطیسی قوت کے ساتھ اپنے اپنے دائرہ میں رہکر حکمراں رہے جیسے کرہ افلاک بر بنائے نظام جدید ہر ایک ستارہ اپنے آفتاب کے گرد گردش کر رہا ہے اور ہر ایک میں کوئی خلل واقع نہیں ہے اور کل ستارے اسی طرح اپنے اپنے مرکز اطراف گھوم رہے ہیں اور باہم غیر متصادم ہیں اور نہ ان میں کوئی خلل آتا ہے اور ہر ایک کا نظام برقرار ہے اور سب کی سنبھال ایک مقناطیسی قوت پر ہے جسکی وجہ سب اپنے اپنے محل میں برقرار ہیں اس شبہ کا دفعیہ اللہ پاک کلمۂ توحید۔ (لا الٰہ الا اللہ) سے فرمایا یعنی خدائے پاک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جو قوت مقناطیسی تصادم افلاک کے مانع اور ان کے نظامات کی حافظ ہے وہ ایک ہی قوت ہے۔ جو سب کو سنبھالی ہوئی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ پس جو ذات پاک کہ اپنی ایسی قدرت کاملہ سے طبقات عوام کے نظام کو برقرار رکھی ہے وہی اصلی معبود برحق ہے نہ اس کے پیدا کردہ اشیاء۔ اب کفار اگر اپنے زعم فاسد پر اڑے رہیں اور اپنے بتوں کو خدائے پاک کے شریک اور اپنے شفیع قرار دیں اور کہیں کہ جناب باری تعالیٰ کو بتوں کے شریک یا ہمارے لئے شفیع ہونیکا غالباً علم نہیں ہے ورنہ وہ مثل ہمارے بتوں کے شریک و شفیع ہونیکا قائل ہو جاتا۔ اللہ کا علم تو اس کی ذات تک ہی محدود ہے وہ خفی باتوں کو نہیں سمجھتا ہے اور ہمارا روزانہ مشاہدہ جس کو ہم خوب دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں اس کو وہ انکار کرتا ہے اور ہماری رویت و سمجھ کو غلط قرار دیتا ہے یہ سب اس کو علم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کفار کے ایسے حرکات و سکنات پر

اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم فاسد کو یوں دفع فرما دیا (قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون) یعنی کہہ دو اے محمد کیا تم اللہ کو ایسی شے کی خبر دیتے ہو جس کو وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا پاک ہے وہ اور برتر ہے مشرکین کے شرک کرنے سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کی تاویل پر دو وجہ سے فساد لازم آتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آیۃ کریمہ مطلقاً عدم علم جناب باری کو بتلاتی ہے کہ جس شے کی اس کو خبر دی جا رہی ہے اسکو وہ بالکل نہیں جانتا مفہوماً نہ وجوداً۔ یہ تو سراپا باطل ہے۔

دوسرا یہ کہ مفہوماً جانتا ہے اور وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا ہی ایک پہلو ہے جو زیر بحث ہے آیا ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں جس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے کہ مفسرین نے جب یہ دیکھا کہ اگر بالکلیہ نہیں جانتا کہا جائے تو بڑی خرابی لازم آتی ہے اس لئے تاویل یہ کی ہے کہ مفہوماً جانتا ہے اور وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا۔ یہ قول بھی ایک دو وجہ سے فاسد و عوام کو دھوکا دیتا ہے۔ کیونکہ بعض ناواں یہ مفہوم تصور کر سکتے ہیں کہ شاید اسکو وجود و مصداق ہوگا مگر اس کو جناب باری تعالیٰ نہیں جانتا۔ اس لئے اس نے نہیں جانتا کہہ رہا ہے اور ایک فریق کفار سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اسکا عدم علم عدم شے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ شے ممتنع کا وجود و مصداق ہونا ممکن ہے مگر جناب باری کو اس کا علم نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا علم ہر شے پر محیط ہوا ہو۔ جو کچھ کہتا ہے اپنے علم کے موافق کہتا ہے اور ممکن ہے کہ اسکو بعض اشیاء کا علم نہ ہو فریق اسلام نے جس قدر دلائل قائم کر رکھے ہیں وہ سب ان کے خیالات ہیں انہوں نے خدائے تعالیٰ کو ہر شے کا عالم مان لیا ہے۔ بہر صورت ایسے تاویل سے عوام الناس کے روبرو ایک فساد کا وسیع دائرہ کھول دیتا ہے جو بحیثیت لفظ نہیں جانتا ہے گو وہ شریک کے وجود و مصداق

ہونے کی وجہ کیوں نہو اور اللہ تعالی کو اس تقیید لفظی سے دائرہ جہل میں شریک کرنا نہ ہے جو ناجائز ہے اور کفر کے حد تک پہونچتا ہے - اور قائل اثینینت اس پہلو کو بر تسلیم جہل گرفت کرکے ممتنع کے وجود و مصداق میں گفتگو کرنیکا موقع پاتا ہے اگر پہلے سے اس کا انسداد کیا جائے تو اس کو اتنا بھی موقع نہیں ملتا جسکی صورت ہم ابھی ذکر کرتے ہیں جس سے حق و باطل میں صاف تمیز ہو جائیگی - کتاب الصراط المستقیم مصنفہ مولوی مداح صاحب کے ساتھ جو تقاریظ لیس بشیٔ کا معلوم جناب باری ہونے اور نہ ہونے کے متعلق منسلک کیگئے ہیں منجملہ ان تقاریظ کے ایک صاحب کی تقریظ میں جو بہت زور و شور کیساتھ جانفشانی کرتے ہوئے بدلائل منطقیہ یہہ بتلاتے ہیں کہ جناب باری ممتنعات کو نہیں جانتا - اور کبھی خاص طور پہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ممتنعات کے وجود و مصداق کو نہیں جانتا - اعدم علم سے جہل لازم نہ آنے کے متعلق ان کی تقریر یہہ ہے (علم کی نفی سے جہل لازم نہیں آتا اور جہل کی نفی سے علم کی صورت نہیں بنتی کسی بیجان شی پر جس میں قابلیت علم نہیں ہوتی نظر ڈالتے ہی یہہ مشکل آسان ہو جاتی ہے جیسے دیوار یا پتھر یا کوئی قیمتی جوہر ان اشیا سے علم کی نفی صحیح ہو جاتی ہے اور جہل کا اثبات صحیح نہیں ہوتا جس کی وجہ یہہ بیان کی گئی ہے کہ ان اشیا میں قابلیت علم نہیں ہے اور جہل کا اطلاق اسی محل پر صحیح ہوتا ہے جہاں قابلیت علم تو ہوتی ہے مگر علم نہیں ہوتا جس سے یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جہل اور شے ہے اور عدم علم اور شئی جہل خاص ہے اور عدم علم عام جس محل پر جہل صادق آتا ہے عدم علم ضرور صادق آتا ہے - اور جہاں عدم علم صادق آتا ہے ضروری نہیں کہ جہل صادق آجائے - اور پھر بینا اور نابینا کا ذکر کرکے بھی اسی قسم کی تقریر کی ہے جو علم و جہل کے متعلق ہے یعنی اگر قابلیت بینائی -

نہونیکی وجہ بینا نہ کہا جاوے تو نابینا کھنا ضروری نہیں ہے اور اگر نابینا کہا جاوے تو بینا نہونا لازمی ہے۔

صاحب موصوف کی اس تقریر پر ہم یہہ کہتے ہیں کہ علم جناب باری جو لیس بشی کے متعلق تھا اس کی نفی لیس بشی کے وجود و مصداق سے ضروری ہونے پر جہل نہ لازم آنے کے لیئے جو مثال کہ جمادات کے جاہل نہ کہلانے کے متعلق مقرظ صاحب نے قائم کی ہے وہ ایک سوء ادبی کے جائز رکھنے کے متعلق ہے جو مودی الی الکفر ہے جس کی وجہ سے ایسا پہلو اختیار کیا گیا ہے کہ جناب باری کو جمادات کے دائرہ میں داخل کر دیا جو کفر صریح ہے جمادات قابلیت علم نہونیکی وجہ جاہل نہ کہلائے تو کیا جناب باری بھی قابلیت علم نہونیکی وجہ جاہل نہیں کہلاتا۔ اب ہم مقرظ صاحب کے قول پر ناظرین کی خدمت میں یہہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کا علم حضوری ذاتی ہے نہ کسبی نہ بدیہی اور وہ علم ذاتی حضوری قابلیات سے منزہ ہے جیسے اس کی ذات ازلی و ابدی ہے ویسا ہی اس کا علم ازلی و ابدی ہے اور قابلیات خواہ وہ کسی صفت کے کیوں نہوں ممکنات کے اوصاف سے ہیں نہ واجب بالذات کے صفات سے۔ مقرظ صاحب کا علم وجہل کے متعلق بحیثیت قابلیت تقریر کر کے اللہ جل شانہ کے علم پاک کو اس کے مطابق تمثیلاً قرار دینا یقیناً خداوند عالم جل وعلا کو قابلیت کے دائرہ میں لاکر ممکن قرار دیتا ہے۔ نعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد اور جب کہ یہہ امر فریق اسلام کے پاس مسلم ہے کہ اللہ سبحانہ اپنی ذات و صفات و افعال میں قابلیات سے منزہ ہے تو اس کا علم جہل کی بو سے بھی منزہ ہے ایسے جہل کا نام لینا یا جہل کی لفظاً یا معنیً اس کے نسبت تقریر کرنا خواہ وہ کسی پہلو سے کیوں نہ ہو سوء ادبی و کفر ہے۔ مقرظ صاحب کی تقریر یہہ ہے علم وجہل کے نسبت بحیثیت قابلیات ہے اگر ممکنات میں قرار دیں تو بھی عموم خصوص

کی نسبت باطل ہوجاتی ہے اور تقابل عدم بالملکہ صحیح ہوجاتا ہے - اگر دائرہ حیوانات
میں غور کیا جائے تو انسان اتق اعلیٰ ہے جس کو اللہ نے ایک مرتبہ
تمیز بین الاشیا عنایت فرمایا ہے جو عقل انسانی ہے وہ ہر حیثیت سے
جاہل ہے اور نہ عالم بلکہ ایک حیثیت سے عالم کہلاتا ہو تو دوسری حیثیت سے
جاہل کہلاتا ہے - ایک ہی حیثیت سے عالم بھی ہو اور جاہل بھی کہلائے
باطل ہے بہرصورت وہ مختلف حیثیات سے عالم اور جاہل دونوں کہلائیگا
گو کسی قسم کا علم کیوں نہو علم جہل کو بتلاتا ہے اور جہل علم کو جو اس کا ضد ہے
گو وہ قانون ناطقہ کے عنوان پر نقیض علم نہو مگر معنیً نقیض تو ضرور ہے جس کے
متعلق ذیل میں مفصلاً ذکر کیا جائیگا -
جیسے انسان علم و جہل سے متصف ہوتا ہے ویسا ہی تمام حیوانات میں علم
کی صفت موجود ہے اور مزید علم کے قابلیات بھی ہیں جو کچھ کہ ان کے مناسب
حال ہو وہ علم انکو دیا گیا ہے اور دیا جاتا ہے جس سے وہ بعض وجہ سے
عالم بھی کہلاتے ہیں اور بعض وجہ سے جاہل بھی کہلاتے ہیں ان میں علم و جہل
ہر دو صفت مختلف وجوہ سے ثابت ہیں وہ عالم بھی ہیں اور جاہل بھی ہیں -
اب رہے نباتات و جمادات ان میں بھی مثل حیوانات علم کی صفت موجود ہے
اور وہ عالم بھی کہلاتے ہیں اور جاہل بھی ایک وجہ سے عالم ہیں تو دوسری
وجہ سے جاہل ہیں مقرظ صاحب نے تو قطعاً انکار کیا ہے کہ یہ صفت جہل سے
ہرگز متصف نہیں ہوتے کیوں کہ ان میں قابلیت علم ہی نہیں ہے یہ انکار
غلط و باطل ہے مقرظ صاحب نے مناطقہ کے قول پر تقریر قائم کی ہے
جنکو کسی نبی کی تائید نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ اپنے اکتساب سے یہ باتیں ایجاد
کئے ہیں جو ان کی حیثیت کرتے ان کے لئے باعث فخر ہیں اور حقیقت

مناطقہ کے اقوال کتاب اللہ کے مقابلہ میں رکھے جائیں تو مناطقہ کے عجز اور قلت علم کو بتلاتے ہیں کہ ان کو نباتات جمادات کے عالم ہونے کے متعلق کوئی دلیل عقلی میسر نہ آئی اس لئے انہوں نے ان میں قابلیت علم کو نہ جانا اور معذور رہگئے اور ہم بھی انہیں معذور جانتے ہیں کیونکہ وہ نبی یا رسول یا تابع رسول تو تھے نہیں جسکی وجہ وہ ہرایک امر کی تحقیق میں حق پر رہتے اور جو کچھ علم کہ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ بذریعہ محنت واکتساب حاصل کیا تھا اور افسوس یہ ہے کہ معترض صاحب اس مسئلہ کے متعلق جو ایک دینی مسئلہ ہے کتاب اللہ کو چھوڑ کر مناطقہ کے پیرو ہوگئے۔ اور یہ نہ جانا کہ اللہ جل شانہ نے نباتات وجمادات کو ان کے حسب قابلیات علم عطا فرمایا ہے جس کی وجہ وہ عالم بھی ہیں اور جاہل بھی ہیں جو کچھ انہیں معلوم ہے وہ جانتے ہیں اور جو معلوم نہوا اسکو نہیں جانتے ان کے علم کے متعلق اللہ جل شانہ فرماتا ہے (وما من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم) یعنی کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جمادات ونباتات میں بھی قابلیت کے موافق علم ہے اس لئے اشیاء موجودات کل کے کل ضمیر ذوی العقول کے مرجع واقع ہوئے ہیں اور ایک جائے یوں ذکر فرمایا ہے (کل لہ قانتون) یعنی کل کے کل اس کی عبادت میں مصروف ہیں۔ اور ایک دوسری آیتہ میں یوں فرماتا ہے۔ (وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرھا وظلالھم بالغدو والاصال) یعنی جو کچھ کے آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ چارو ناچار خاص اللہ ہی کے لئے سجدہ کیا کرتی ہیں اور ان کے سائے بھی صبح اور شام اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

ان تمام آیات میں جس قدر غور کیا جائے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کل اشیاء ذوی العقول ہیں اور اگر کسی کا یہہ خیال ہو کہ اللہ غیر ذوی العقول کو ذوی العقول کے ساتھ شریک فرما کے تغلیباً ذوی العقول کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا دفعیہ اس آیۃ سے ہو جاتا ہے جو (کل قد علم صلوٰتہ و تسبیحہ) ہے یعنی تحقیق ہر ایک شئے اپنی صلوات اور تسبیح کو جانتی ہے جس سے کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ اشیاء کو حسب قابلیت علم نہ ہو بلکہ یہہ امر بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ نے تمام موجودات کو حسب حال ان کے خلعت علم سے سرفراز فرمایا ہے جس کی وجہ کل ذوی العقول ہیں اور جمادات و نباتات کا حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنا اور سنگریزوں کا آپ کے دست مبارک میں اس طرح تسبیح کرنا جو دوسروں کو سنائی دے مخفی نہیں ہے اور علیٰ ہذا القیاس ہات اور پیر وغیرہ جوارح کا روز قیامت اہل عمل کے خیر و شر کے متعلق شہادت دینا ہر مسلمان پر ظاہر ہے۔ اور کفار کا اپنے اعضا و جوارح سے سوال کرنا کہ تم کیوں ہم پر شہادت دیتے ہو اور اعضا کا جواب دینا قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ فرماتا ہے (وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئ وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ولکن ظننتم ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون) یعنی کفار اپنے جسمانی چمڑوں سے کہیں گے کہ تم ہم پر کیوں شہادت دئے تو وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عنایت فرمائی جس نے ہر شئی کو گویا کیا ہے اور وہ تمہیں پہلے بار پیدا کیا ہے اور اسی کے طرف تم لوٹ جاؤ گے اور تم چھپ نہیں سکتے تھے اس بات سے کہ تم پر تمہارے کان اور آنکھیں اور چمڑے شہادت دیدیں اور لیکن تم گمان کرتے تھے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ

نہیں جانتا ہے بہت سے چیزوں کو جو تم کیا کرتے تھے۔ ہر صاحب عقل پر مخفی نہیں ہے کہ ہر شئے صفت نطق سے متصف ہے گو وہ شئے عوام کی نظر میں ناطق نہیں دکھائی دیتی ہو اور بالقوہ صفت نطق رکھتی ہو جس کا ظہور کسی وقت ہوتا ہو اور ارباب بصیرت کی نظر میں وہ شئے بالفعل ناطق ہے وہ اُس کے نطق کو سنا کرتے ہیں۔ اعضاء جوارح کا روز قیامت شہادت دینا خود اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ وہ صفت علم رکھتے تھے جس کی وجہ خدائے تعالی نے ان کو (قالوا) لفظ ذوی العقول سے موصوف فرمایا اور ان کے علم کو معرفت الٰہی کے متعلق کامل قرار دیا جس کی وجہ وہ شہادت میں پیش ہو کر کفار کے زعم فاسد کی تردید کرنے کے اہل ثابت ہوئے اور کفار کے خیال باطل کو اللہ تعالی ان کے اکثر اعمال کو نہیں جانتا جو قرار پایا تھا اس کی بیخ کنی و سوختنی انہیں کے اعضاء جوارح سے کروائی جانا ثابت ہو گیا جس کی وجہ کفار پر حجت بالغہ قائم ہو جاتی ہے انہیں لازمی الزام اٹھانا پڑتا ہے۔ چونکہ عوام الناس احوال باطن سے محجوب ہیں اس لئے انہیں نباتات و جمادات کی تسبیح سنائی نہیں دیتی اور نہ انہیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جمادات و نباتات کا علم کس پایہ کا ہے۔ علمائے محققین و اکابر دین متین سے حضرت مولانا و مقتدانا شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز جو فلسفہ الوہیت کے شیخ کامل تھے اپنی کتاب فصوص الحکم میں جمادات و نباتات کے علم کے متعلق فرماتے ہیں۔

ولہ خلق علی من جماد و بعدہ نبات علی قدر یکون و اوزان

یعنی جماد سے کوئی مخلوق عرفان میں اعلی نہیں ہے اور بعد اس کے نبات ہے جو اپنے حسب لیاقت و مقدار عرفان رکھتی ہے۔

بذا قال سہل وا لمحقق مثلنا   فانا دایا ه بمنزل احسان

یعنی سہل بن عبداللہ تستری نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ ہم اور وہ دونوں احسان کے مقام

ایسے محقق علما کے اقوال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر آیات

قرانی کل موجودات کے علم کے لئے آئے ہیں بالکل صحیح ہیں اور اہل کشف

و ارباب بصیرت اسکو حق الیقین جانتے ہیں ۔ سہل بن عبداللہ تستری

جس کا ذکر شیخ نے فرمایا ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی

کتاب احیاء علوم الدین میں انکا ذکر بڑی شان کے ساتھ کیا ہے اور انکو

کامل و مکمل مانا ہے ۔ پس اب کوئی موحد مسلم یہہ نہیں کہہ سکتا کہ جمادات و نباتات

کو علم نہیں ہے مگر اس کے ثبوت میں غالباً وہ دلائل عقلیہ پیش کرنے میں

قاصر رہیگا جو عوام الناس کے مسلمات پر مبنی ہوں اس تقریر پر ہر ایک معمولی

عقل والا شخص بھی یہہ معلوم کر لے گا کہ مقرظ صاحب موصوف نے علم و جہل

کے متعلق اللہ جل شانہ کی نسبت کرتے کس قدر لغو و باطل طریقہ ایجاد و

اختیار کیا ہے ۔ اور پھر اس پر یہہ دعوی کہ ایسے جہل کے قائل ہونے سے

اللہ کی شان میں کوئی حرف نہیں آتا معاذ اللہ مزید برآں یہہ کہ مقرظ صاحب نے

یہہ بھی لکھا ہے کہ جہل سے زیادہ کوئی عیب نہیں اس لئے نفی علم کا

اعتقاد موجب گمراہی ہے اور باعث روسیاہی کہ واجب الوجود تعالی عیب

سے مبرا ہے اور جہل سے منزہ مگر یہہ خلش اس طرح مٹ سکتی ہے

کہ نقیض کے معنی ہیں رفع شئے جیسے شئے اور لاشئے اور انسان و لا

انسان اس اعتبار سے علم کا نقیض عدم علم ہے اور جہل کا نقیض عدم جہل

اس لئے علم کے لئے جہل نقیض نہیں ہوسکتا اور جہل کے لئے علم نقیض نہیں

ہوسکتا کہ علم ہو بہو عدم جہل نہیں ہے اور جہل ہو بہو عدم علم نہیں اگر علم و جہل

نقیض نقیض ہوتے تو علم کی نفی سے جہل لازم آتا اور جہل کی نفی سے علم لازم آتا
دونوں نقیض اٹھ جاتے اور محال کی صورت پیدا ہو جاتی لیکن علم و جہل جیسا کہ
بیان کیا گیا نقیض نقیض نہیں ہیں اس لئے علم کی نفی سے جہل نہیں
لازم آتا اور جہل کی نفی سے علم کی صورت نہیں بنتی) اس کے بعد ہی
معترض صاحب نے علم و جہل کے متعلق کسی بیجان شئے کے عالم نہونے
سے اس کو جاہل کہنا لازم نہیں آتا جو تقریر کیا ہے۔ اسکو ہم پہلے ہی اوپر بیان
کر آئے ہیں اور اب یہاں ہم یہہ کہتے ہیں کہ معترض صاحب کا یہہ قول جناب
باری کے علم کے متعلق کہاں تک درست ہے معترض صاحب نے یہہ
نہ سمجھا کہ جب علم نہوا تو لا علم ہوا اور لا علم کے معنی جہل کے ہیں اور لا جہل کے معنی علم کے ہیں
جو بربنا مفہوم مخالف ظاہر ہے گو وہ باعتبار لفظ مغایر ہو مگر معنی کے اعتبار
کرتے بالکل نقیض ہے اور اس وقت جو مسئلہ زیر بحث ہے وہ ایک
مسئلہ دینیہ ہے نہ منطقیہ جس کی وجہ ہم بربنا سے قواعد مناطقہ بحث کریں
اور ان کے ہی اقوال کو تسلیم کرلیں مگر جب کہ مسئلہ دینیہ درپیش ہے اور
مناطقہ کا قول جب وہ خلاف عقائد اسلام ہو تو اس کا ترک کرنا فرض ہے
اور معترض صاحب نے نقیض اور نقیض نقیض کے متعلق جس قدر گلکاریاں
کئے ہیں وہ سب کے سب ہوائی ہیں کوئی ادنیٰ عقل رکھنے والا بھی یہہ
خیال نہ کریگا کہ جب علم نہو اور لا علم ہو تو جہل نہیں لازم آئیگا مگر قانون مناطقہ
پر جب کہ وہ جمادات پر جاری کیا جائے تو البتہ یہہ صورت بنتی ہے کہ
عدم علم سے جہل لازم نہیں آتا مگر جب کتاب سماوی جمادات کے علم
کے متعلق صاف طور پر ناطق ہے تو مناطقہ کا قول بھی برباد ہو گیا جو
درحقیقت ہوائی تھا۔ پس عدم علم سے ضرور جہل لازم آنا چاہیے اور عدم

جہل سے ضد ہر علم خواہ وہ کسی درجہ کا کیوں نہو اور ہم تو کتاب اللہ اور
اقوال علماے کرام سے یہہ بات ثابت کر دیتے ہیں کہ موجودات
میں کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو صفت علم نہ رکھتی ہو گو وہ کسی قسم
کا علم کیوں نہو پس ہر شئے مختلف حیثیات سے عالم و جاہل کہلاتی ہے
نقیض شئے و نقیض نقیض کے قواعد بہ بنائے اقوال مناطقہ حدوث
و قدم واجب و ممکن و ممتنع میں جاری کئے جائیں تو لازمی طور پر بحیثیت
معنی ایک دوسرے کی نقیض قرار دینا ہوگا۔ ورنہ سواے خرافات
لفظیہ کے معانی کے اعتبار کرلے کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہوگا اور الفاظ کے
قید میں گرفتار ہو کر عمر برباد کرنا ہوگا۔ معترض صاحب نے تو باوجود اس کے
کہ وہ جہل کی نسبت جناب باری تعالی کے جانب کی جانا نامناسب قرار
دیتے ہیں اور جہل رفع کرنے کی صورت کو نقیض شئے اور نقیض نقیض پر
محمول کرتے ہیں مزید برآں قابلیت علم نہو وہاں جہل رفع ہوجاتا ہے جو
لکھے ہیں وہ ان کی علمی لیاقت کی دلیل ہے جو ذات واجب الوجود کہ
قابلیات سے مبرا و منزہ ہے اس کے علم کی شان میں یہہ کھنا کہ
عدم علم ہو تو جہل لازم نہیں آتا گویا اس کو ان اشیاء سے بھی کم درجہ میں
لاتا ہے جو قابلیات علم رکھتے ہیں مسئلہ تو زیر بحث یہہ تھا کہ جناب
باری ممتنع کو جانتا ہے یا کیا جس میں ایک فریق کھتا تھا کہ مفہوماً جانتا ہے
اور وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا جس کا خلاصہ یہہ کہ اسکا مصداق نہونے
سے اس کے مصداق کو نہیں جانتا۔ دوسرا فریق یہہ کھتا ہے کہ
مفہوماً میں تو اتفاق ہے مگر وجوداً و مصداقاً کے متعلق یہہ کہا جانا چاہیئے
کیا۔ نہ کے وجود و مصداق کو وجود و مصداق نہونے کی وجہ عدم جانتا ہے

جس کا خلاصہ یہہ کہ وجود و مصداق نہونے کی وجہ وجود و مصداق کے لازمی طور پہ عدم ہونے کو جانتا ہے ۔ اور ہر دو فریق کے پہلو میں علم بالممتنع ضروری ہے وہ یہہ کہ وجود و مصداق نہونے کی وجہ ممتنع کے وجود و مصداق کو نہ جاننے میں ممتنع کے وجود و مصداق نہونے کا علم ضروری ہے اور دوسرے پہلو میں جب کہ ممتنع کو وجود و مصداق نہونے کی وجہ ممتنع کے وجود و مصداق کے نہونے کو جانتا ہے تو ممتنع کے وجود و مصداق کا عدم ضروری ہوا اور علم جناب باری کا تعلق ممتنع کو وجود و مصداق نہونے کی وجہ ممتنع کے وجود و مصداق سے نہوا فریقین کے ہر دو پہلو پر نظر ڈالی جائے تو ہر ایک میں ایک اعتبار سے علم اور دوسرے اعتبار سے عدم علم ضروری ہے ۔ اب رہی یہہ بات کہ جب ہر دو پہلو کا خلاصہ مختلف اعتبارات سے ایک ہی نکلتا ہے اور دو پہلو ایک ہی معنی کے لئے ہیں تو ان دونوں سے کون سا پہلو اختیار کرنا چاہیے ۔

ہر ذی ہوش پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ جب مختلف اعتبارات اور مختلف الفاظ سے ایک ہی معنی مقصود ہو تو اس وقت ان معبرانہ الفاظ کو اختیار کرنا چاہیے جو مناسب مقتضاء حال و مقام ہوں اور فریقین کے اقوال میں ایک فریق کا قول جناب باری کے علم کو بتلا رہا ہے جو ممتنع کے ساتھ ہے اور دوسرے فریق کا قول یہہ ظاہر کر رہا ہے کہ جناب باری تعالیٰ کو ممتنع کا مصداقاً علم نہیں ہے اور اس کی تہ میں یہہ بات بھی خفی ہے کہ جناب باری کو قطع نظر مصداق ممتنع کے ممتنع کا مفہوماً علم ہے ایسی صورت میں جو الفاظ کہ ظاہراً علم جناب باری کو بتلاتے ہوں وہی اختیار کئے جائیں نہ دوسرے ورنہ سوء ادبی ہے جس کا انجام ناسمجھ لوگوں کو

سے ہے اور اسکی تہ میں یہہ امر بھی مخفی ہے کہ وہ اسکو وجود و مصداق کے ساتھ نہیں ہے [illegible] کہ ممتنع کو وجود و مصداق نہیں ۔

کفر تک پہونچاتا ہے اور ایسی سوء ادبی سے جو جناب باری تعالیٰ کی شان
میں ہو احتراز ضروری ہے ورنہ مرتکب کفر ہو کر شیطان کے دام میں
آنا ہوگا جس میں خود بھی خراب اور دوسروں کو بھی خراب کرنا ہے۔ اور
جناب باری کی شان میں کسی قسم کی سوء ادبی کیوں نہ ہو کفر ہے فقہار نے
یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام نساجی کیا کرتے تھے
اس لحاظ سے ہم سب نساج کی اولاد ہو گئے تو وہ کافر ہوتا ہے اس لئے
کہ انبیاء و اولیاء سب آدم کی اولاد ہیں اور ان کی شان میں کوئی بے ادبی
نہونی چاہیے اور پیشہ نساجی ذلیل مانا جاتا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام
کی توہین ہوتی ہے کہ وہ ایک نساج ذلیل پیشہ کی اولاد ہیں۔ جب ایک
واقعی امر میں جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور پیشہ نساجی خود فی نفسہ کوئی ذلیل
نہیں ہے بلکہ ذلیل لوگوں میں آگیا ہے تو ایسے واقعی امور کے متعلق
جو فی نفسہ بھی ذلیل نہوں بلکہ ذلت کی وجہ اور ہو تو کیا انبیاء علیہم السلام
کی توہین مانی جا کر کافر ٹھہرائے گا اور جناب باری کی شان میں عدم علم کا
لفظ کہکر کافر نہوگا۔ معمولی عقل والا بھی یہہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی اپنی والدہ
کو والدہ نہ کہکر میرے والد کی خلاں سہے کہے جو بظاہر توہین آمیز یا ناجائز
ہو اور معنی درست ہو تو اس کی والدہ کا اس کے ساتھ کیا حال ہوگا آیا کیا وہ
اس کہنے سے خوش ہوگی یا گیا۔ باوجودیکہ والدہ اور ولد میں مجانست اور
اتصال رحمی ہے پھر بھی وہ اس طرح خفا ہوگی کہ پستاہ بخدا۔ اور
بندہ اور خدائے تعالیٰ میں جب کوئی مجانست نہیں ہے تو پھر وہ
کس قدر غضب میں آئیگا۔ نعوذ باللہ من سخطہ وغضبہ۔ مقرظ صاحب کا
قول (اب اگر کسی شخص کا یہہ قول ہو کہ واجب تعالیٰ امور ممتنعہ کو جانتا ہے

تو اس کا مآل یہی ہوتا ہے کہ امور ممتنعہ موجود ہیں اظہر من الشمس ہے کہ خدائے تعالی کے شریک موجود نہوں اور جو شخص شریک خدا کا قائل ہو وہ مشرک ہے غلط و باطل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مقرظ صاحب پہلے اپنی تقریظ میں ممتنع کا علم جناب باری تعالی کو مفہوماً ہے جو کہکے آئے ہیں وہ بھی ان کے پاس ضعیف قول ہے لہذا انہوں نے اس قول میں قطعا نہ جاننے کے متعلق لکھدیا ہے اور غلط توجیہ کی ہے - کوئی موحد مسلم ادنی عقل رکھنے والا بھی یہہ خیال نہ کریگا کہ ممتنعات کا وجود ہے کیونکہ ممتنعات کا لفظ خود ممتنعات کے وجود کے امتناع کو صاف بتلا رہا ہے جس سے ممتنعات کے وجود کا ممتنع ہونا ضروری ہے اور معلوم ہے کہ وہ نہیں ہے جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ نہیں ہے تو کیا اللہ تعالی کو یہہ بھی معلوم نہیں ہے وہ نہیں ہے انہیں ضرور اسکو معلوم ہے کہ وہ نہیں ہے پھر کون ایسا جاہل ہے کا جو ان کے وجود و مصداق کا قائل ہو جائے اور یہہ سمجھے کہ جناب باری تعالی ممتنع کے وجود و مصداق کو نہیں جانتا اور کفار جو ممتنع کے وجود و مصداق کے قائل تھے وہ اسکو ممتنع نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے زعم میں یہہ بات جمی ہوئی تھی کہ جناب باری معاذ اللہ اسکو نہیں جانتا ہے جس کے متعلق ہم ذیل میں مفصلاً ذکر کریں گے - اور یہہ بتلائینگے کہ مفسرین نے آیۃ (أ تنبؤن اللہ الخ) کے مفہوم میں لغزش کہائی ہے اور فقہا نے جو ممتنعات کو جانتا ہے کہا ہے وہ بحیثیت ممتنعات ان کے ممتنع ہونے کو جانتا ہے مراد ہے فقہاء کی غرض حراست عقائد عوام ہے کہ مبادا وہ کہیں ضلالت کے میدان میں قدم نہ رکھیں مقرظ صاحب کا قول (وہ خوب جانتا ہے کہ امور ممتنعہ کا علم بالکنہ نہیں ہو سکتا

اور علم بکنہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حقیقتیں مفقود ہیں اور ذاتیات ناموجود) موجب ضلالت وکفر ہے کیونکہ جب حقیقتیں وذاتیات مفقود ونا موجود ہیں تب وہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً معدوم محض ہیں اور ان کا وجود محال ہے۔ مقرظ صاحب کا یہہ قول لغو فاسد پہلو اختیار کرکے تقریر کرنے پر مبنی ہے جس کے متعلق ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں ایسی تقریر کا مآل یہہ ہیکہ جناب باری کو اس قید سے دائرہ جہل میں شریک کریں جس سے ان کو کوئی گزیر نہیں ہے۔ جب کہ ممتنع کو وجود ومصداق ہی نہیں تو اس کے لئے وجود ومصداق کا پہلو نکال کر بحث کرنا اور کھنا کہ ممتنع کے وجود ومصداق کو جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے سب لغو وفاسد ہے جس کا نتیجہ یہہ کہ اگر جانتا ہے کھے تو ثبوت شریک وجہل مرکب اور نہیں جانتا ہے کھے تو جہل لازم آتا ہے اور ناجائز نسبت لگائی جاتی ہے اور ہر دو صورتوں کی بنا فرضیات پر مبنی ہے کہ ممتنع کو وجود ومصداق ہی نہیں مگر وجود ومصداق مفہوم میں لاکر حکم لگایا جارہا ہے جس کی وجہ جانتا ہے اور نہ جانتا ہے کھنا ہر دو کا مبنی فساد پر ہے جس کا نتیجہ بھی فاسد ہے اور اپنے معلومات پر جناب باری کے معلومات کو منطبق کرنا ہے کہ جیسی تصویر ممتنع کے وجود ومصداق کے متعلق کھینچ کر خود حکم لگا رہے ہیں ایسی ہی جناب باری تعالی کے علم میں یقیناً ثابت کرنا ہے کہ جو صورت ان کے علم میں ہے وہی جناب باری کے علم میں ہے تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً مناطقہ وفلاسفہ کی کیا مجال انبیاروں سے بعض کا یہہ قول ہے کہ (تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک) یعنی تو اسے جناب باری جو کچھ مجھ میں ہے

ہے خوب جانتا ہے اور ہم جو کچھ تھے ہیں ہو نہیں جانتا۔ ایسی صورت میں
اپنے معلومات کے نقشہ کو جناب باری کے معلومات پر منطبق کر کے
حکم لگایا جانا سخت ناجائز امر ہے جس کی توضیح ذیل میں درج ہے۔ اور
جن امور کی بنار فاسد بر فاسد ہو ان میں اجتماع نقیضین محال نہیں ہے ملاحظہ
ہو مغالطہ عامۃ الورود جس میں اجتماع النقیضین محال نہیں ہے کیونکہ وہ بنائے
فاسد بر فاسد ہے۔ اور یہہ امر مسلم ہے کہ وجود مطلق عدم مطلق کا مقابل نہیں ہے
اسلئے کہ عدم مطلق کو بھی باعتبار مفہوم ایک نوع وجود حاصل ہے اس لحاظ سے
اس مرتبہ میں وہی اسکا وجود و مصداق کہلاتا ہے اگرچہ دوسرے مراتب کی
حیثیت سے اس کو وجود و مصداق نہو ایسی صورت میں ممتنع بھی اپنے
مرتبہ امتناع میں بحیثیت مفہوم وجود و مصداق رکھتا ہے اگرچہ وہ دوسرے
اعتبارات سے وجود و مصداق نہ رکھتا ہو صرف اس کو اتنا ہی کافی ہے کہ اسکو
ایک نوع وجود حاصل ہے اور ہر ایک شئے خواہ وہ واجب ہو یا ممکن یا
ممتنع اپنی اپنی حیثیت کے موافق وجود مطلق سے کامل یا ناقص حصہ پاسکتی
ہے۔ اور وہی حصہ اس کے لئے وجود و مصداق ہے اور وجود مطلق کا
مرتبہ من حیث ہو۔ ہو میں بلالحاظ ان مراتب کے سب مراتب کا عین ہے
اور بحیثیت مراتب کے مراتب کا غیر۔ ایسا ہی اس مرتبہ اطلاق کا علم
تمام تقییدی مراتب کے علم کا عین وغیر واقع ہوا ہے اور خود بذاتہ بلا لحاظ
مراتب اپنے مرتبہ ذات میں کل حیثیات سے منزہ ہے اس
لحاظ سے یہہ کہنا کہ وہ ممتنع کو وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا ہے وہ لغو و باطل
ہے۔ اور جن حضرات نے کہ ممتنع کے معنی لیس بممکن کے لئے ہیں
وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔ جب کہ ممتنع دائرہ امتناع سے وصف امکان میں

نہیں آیا تو وصف وجوب میں کب آسکتا ہے اور وجود و مصداق خارجی کے
لحاظ سے بحث کرکے اللہ تعالی کو عالم یا غیر عالم قرار دینا موجب ضلالت ہے
داخل وخارج و معقول و محسوس یہہ کل بحیثیت ممکنات قائم کیا جا رہا ہے نہ
بحیثیت ذات باری تعالی یہہ تو ان حیثیات کو ممکنات کے اعتبار کرکے
ممکنات پر ممکنات کی حیثیات سے احکام مرتب فرما رہا ہے جب تک
وہ ان حیثیات میں رہینگے انہیں ان کے احکام سے نجات نہیں ہے
اور جناب باری تعالی بذاتہٖ ان حیثیات سے منزہ رہکر جس شان تنزیہہ
کے ساتھ عالم کہا جاتا ہے وہ شان علم ممکنات کے ادراک سے منزہ
ہے اور اسکا عالم الغیب والشہادۃ فرمانا ممکنات کی حیثیت کرتے ہے
کیونکہ ممکنات کے پاس بعض اشیا حاضر ہیں اور بعض غائب مگر اللہ
تعالی کے پاس جو کچھ اس کے علم میں ہے وہ حاضر ہی حاضر ہے جو اس مرتبہ
حضور میں ہماری عقل و دانش سے بھی منزہ ہے یعنی جو صورت حضور
ہمارے ذہن میں ہے یا تشبیہ اس کے علم باری تعالی میں حاضر ہے
ایسی صورت میں لفظاً یا معنیً جناب باری تعالی کے علم میں کوئی نسبت
جہل قرار دینا سخت نا جائز ہے اس مرتبہ علم تنزیہہ میں یہہ بھی نہیں کہا
جا سکتا کہ یہہ ممتنع کو بوجہ مصداق نہونے کی وجہ ممتنع کے وجود و
مصداق کو نہیں جانتا کیونکہ جب علم کی نسبت اطلاقی جناب باری تعالی
کے جانب کیجاتی ہے تب کل اعتبارات جو باعتبار ممکنات تھے
سلب ہوجاتے ہیں اور وہ علم بلا کیف ہے جس کی صورت ہمارے
متکیفت علم میں نہیں آسکتی۔ اور اگر کوئی داخل وخارج وکم وکیف
وغیرہ کے انتقاد کرتے جو ممکنات کے اعتبارات ہیں بحث قائم کرکے

انہیں اعتبارات سے اللہ تعالی کے معلومات کا پتہ چلانا چاہیے تو ناممکن ہے
اور اگر اسی کو حق جانکر ایسا ہی کیا کرے تو وہ دام ضلالت میں پھنسا رہیگا
اور بحث کا مبدا و منتہی فساد پر ہوگا جس کا نتیجہ بھی ناسد برآمد ہوگا۔ اور فساد کا
دائرہ مختلف طریقوں سے وسیع ہوجائیگا جس کی تہ میں یہہ بھی ہے کہ
ممکن کے واجب ہونے کو جانتا ہے یا نہیں اور خود کے باوجود واجب
بالذات ہونے کے ممکن ہونے کو جانتا ہے یا نہیں اسی طرح کئے
ایک ناجائز سوال پیدا ہونیکا منشا قرار پاتا ہے جس کا انجام کفر ہے چنانچہ
بعض عوام جناب باری تعالی کے جانب جہل کی نسبت کرنے میں اس
قدر ترقی کر گئے ہیں کہ انکا انسداد اگر ایسا ہی رہا تو دشوار ہوگا۔ جیسا کہ ایک
صاحب لکھ رہے ہیں کہ جناب باری تعالی چانول کو گیھوں نہیں جانتا اور
چنے کو مونگ نہیں جانتا اسی طرح ہر شئے میں ایک پہلو سے عدم علم کے
قائل ہوگئے ہیں اور یہہ نہ سمجھے کہ یہہ اسماے اجناس امور متعارفہ ہیں جو
قوم کی اصطلاح و تخاطب پر مبنی ہیں جناب باری تعالی یکدم اس قوم کو عدم کرکے
دوسری قوم ایسی پیدا کر سکتا ہے کہ جو اسماے اجناس کو علی العکس نام رکھ
سکتے ہیں اور جناب باری تعالی تو فریقین کے علوم کو خوب جانتا ہے
کہ وہ کیا ہیں اور ہر زمانہ کے لوگ کیا کر رہے ہیں اور وہ کیا کیا جانتے
ہیں اور جناب باری کے علم کا ان میں سے کسی کو صحیح پتہ نہیں مل سکتا
کہ وہ کیا ہے سوائے اس کے کہ اپنے علم کے موافق اس کو بھی محول
کرلیں جو درحقیقت ناجائز ہے اور کسی کو یہہ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے کہ
زمانہ اول میں اسماے اجناس کچھ اور تھے اس وقت وہی جانتا تھا جو تھے
اور اسماے اجناس اب اور ہیں جنکو وہ اب وہی جانتا ہے جو وہ جس نام

موسوم ہیں اور پکارے جاتے ہیں ۔ کیونکہ یہہ تقریر بحیثیت زمانہ وزمانیات
ہے اور جناب باری تعالی زمانہ وزمانیات سے منزہ ہے پس اس کا علم بھی زمانہ
وزمانیات کے علوم سے منزہ ہے پھر کیونکر اس کی جناب میں عدم علم کی
نسبت قائم کی جاسکتی ہے ایسے اقوال موجب ضلالت ہیں جنکا ہر دہری سے
استعمال کرنے والا یقینا کافر ہے ۔ مقرظ صاحب کا لکھنا کہ ممتنع کی کنہ نہونے
سے بالکنہ اور بکنہہ نہیں جانتا اس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے ۔ کہ اولاً
تو یہ کہ اسکو وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا لکھنا ۔ اور کنہ نہونے سے اسکو بالکنہ اور بکنہہ
نہیں جانتا لکھنا ہر دو کا خلاصہ ایک ہے ۔ دوسرا یہہ کہ کنہ بمعنی اجزار حدیہ نہونے
کی وجہہ نہیں جانتا اور جس کے لیئے اجزار حدیہ ہوں اس کو جانتا ہے جس کے
نسبت یہہ کہا جائیگا کہ اجزار حدیہ سے مراد اجزار ترکیبیہ ہیں یا نہیں ۔ اور در
صورت اجزار ترکیبیہ ہونے کے یہہ لکھنا ضرور ہوگا کہ جس شئے کے لیئے
اجزار ترکیبیہ نہوں اس کو نہیں جانتا جس سے لازم آئیگا کہ مجردات وبسائط
اور خود کو بھی نہیں جانتا کیونکہ اس کے لیئے بھی اجزار ترکیبیہ حدیہ نہیں ہیں
جو ذاتیات کہلاتے ہیں ۔ اور اگر کنہ سے معنی عام مراد لیا جاوے یعنی
حقیقت شئے خواہ وہ اجزار حدیہ سے مرکب ہو جو ذاتیات ہیں یا اجزار
حدیہ سے مرکب نہو بلکہ بسیط ہو تو ایسی صورت میں یہہ کہا جائیگا کہ خداوند
عالم جیسا وہ اپنی ذات پاک کو جانتا ہے ممتنع کو بھی جانتا ہے اور اس کے
شریک کا علم خود اس کو اپنی ذات سے منتزع ہے اس کی ذات ہی
نے اپنی ہستی اور اپنے شریک کے عدم کی عالم ہے خداوند عالم اپنے
آپ کو مرتبہ ثبوت وتحقق جامع کی حیثیت سے جانتا ہے اور ممتنع کو بحیثیت
امتناع ممتنع جانتا ہے ۔ ممتنع بھی اپنے مرتبہ امتناع میں ایک نوع وجود رکھتا ہے

جو اس مرتبہ میں وہی اسکا وجود و مصداق ہے جیسے ابھی ہم اوپر بیان کر آئے
ہیں اور ممتنع ہیں کنہ بمعنی اجزا رحدیہ ترکیبیہ جو ذاتیات ہیں نہ قرار پا سکے تو اسکی
کنہ بحیثیت مفہوم بسیط تو معلوم الہی ہے جس کی وجہ کنہ سے خالی نہیں
رہتا پھر یہہ کھنا کہ کنہ نہونے کی وجہ اس کو نہیں جانتا ہے موجب ضلالت
ہے جس سے یہہ معلوم کروانا ہے کہ مناطقہ کے خیال میں جو کنہ سے
کے معنی قرار پائے ہیں وہی بعینہ نعوذ باللہ خداوند عالم کے علم میں ہیں
نہ اور کچھ اس کا علم بالکل مناطقہ کے خیال کے مطابق ہے جس سے
یہہ امر ضروری ہوگا کہ واجب بالذات قدیم ازلی و ابدی جو زمانہ و زمانیات سے
منزہ ہے ممکن حادث زمانی کے ساتھ علم میں مطابقت رکھے جو موجب
شرک و مماثلت ہے ۔ اجزار حدیہ کے متعلق ہم ایک تقریر بطور تحقیق نہ
بطور تقلید حسب ذیل عرض کرتے ہیں ۔ یہہ مسلم ہے کہ ہر شئے کی حقیقت
کا صحیح علم اللہ تعالی ہی کو ہے وہ اگر چاہے تو جس بندہ کو مقبول و برگزیدہ
فرماے اس پر حقایق اشیار کا صحیح انکشاف کروا سکتا ہے اور حکماے
منطقیین و فلاسفہ جس قدر حقایق اشیار کے متعلق جو کچھ اجزار حدیہ قرار دیتے
ہیں وہ بقدر طاقت بشری ہے جو کچھ انہیں معلوم ہوا وہی انہوں نے دوسروں کو
تعلیم دیا اور علم الہی میں حقایق اشیار کا ان کی تحقیقات کے خلاف
ثابت ہونا ممکن ہے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ جس کو وہ بسیط مانیں مرکب
ہو اور جسکو مرکب مانیں بسیط ثابت ہو ۔ علم الہی تو ایک بڑی شئے ہے
مگر فلاسفہ میں قدیم و جدید گروہ کے لحاظ کرتے جو باہم تحقیقات حقایق
اشیار کے متعلق نزاع قایم ہے خود اس امر کی بین دلیل ہے کہ ہر ایک
فریق کا قول من جمیع الوجوہ نہ مسلم ہے نہ غیر مسلم نہ کل قابل ترک ہے

نہ کل قابل تسلیم ایک پہلو سے صحیح ہے تو دوسرے پہلو سے فاسد ہے اور افراط و تفریط سے محفوظ نہیں ہے اور کسی فریق فلاسفہ کے حقیقت پر ہونے کے متعلق کوئی کتاب سماوی شہادت میں پیش نہیں ہوئی۔ اور ہمیں خداوند تبارک تعالی نے اپنے کلام پاک میں یہہ تعلیم دی ہے کہ جو قول کہ کلام اللہ سے نہو کسی اور کا ہو اس میں ضرور اختلاف ہونا لازمی امر ہے جیسا فرماتا ہے (لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا) یعنی قرآن اگر اللہ تعالی کے یہان سے نہیں ہوتا کسی اور کلام ہوتا تو البتہ اس میں بڑا اختلاف پاتے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو علوم کہ فلاسفہ نے تدوین کیا ہے اس میں اختلاف ہونا ضروری امر ہے کیونکہ وہ خداوند عالم کے پاس سے نہیں ہیں صرف فلاسفہ ہی کا بنایا ہے اسی وجہ سے ان کے اقوال میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہورہے ہیں اگر ان کے اقوال کی بنا پایہ تحقیق پر ہوتی تو کوئی اختلاف قائم نہیں ہوتا اب یہہ عرض کیا جاتا ہے کہ حکماے فلاسفہ نے ہر ایک شئے کی تعریف کے لئے جو میزان قائم کیا ہے وہ یہہ ہے کہ جو شئے حقیقت واحدہ رکھتی ہو اور بسیط کہلاتی ہو وہ بسیط مادی عنصری ہوگی یا غیر مادی عنصری مثل مجردات اور ہر دو اجزاء حدیہ سے مرکب ہونے کی وجہ وصف بساطت سے موصوف ہے اور باہم اس وصف میں متحد بالذات ہیں اور مادہ و تجرد کے لحاظ کرنے باہم ایک دوسرے کے غیر اور متمیز ہیں اور ہر ایک کی ذات اپنے مرتبہ بساطت میں بادصاف خاصہ متعین ہے۔

اور جو شئے کہ اجزاء حدیہ سے مرکب مانی گئی ہو اور میزان ترکیبی حیثیات

ذاتیات اس پر منطبق ہو اس کے متعلق یہہ عرض کیا جاتا ہے کہ جنس و فصل
دو اجزار ذاتیات جس میں ایک عام اور ایک خاص جو قرار دئے گئے ہیں
درحقیقت یہہ شئے کے اجزار حدیہ نہیں ہیں اور نہ وہ شئے فی حد ذاتہ انکی
وجہ منقسم ہے بلکہ وہ دونوں شئے کے عوارض قریبہ سے ہیں جن میں
ایک بوصف عموم مشارکت رکھتی ہے تو دوسری بوصف خصوص قطع
مشارکت کرتی ہے انہیں دونوں کی بنا پر ہر شئے ایک دوسرے سے
اپنی نوعیت میں ممتاز ہے اور یہہ دونوں منجملہ شئے کے عوارض کے
بحیثیت عموم و خصوص جو جنس و فصل قرار دئے گئے ہیں کوئی متجسم شئے
نہیں ہیں جو باعتبار ایک مقدار جسمانی ہونے کے متجزی ہو سکیں اور
نہ یہہ کہ وہ شئے ان دونوں پر منقسم ہو سکتی ہے جیسا کہ اجسام محسوسہ کے
مقادیر میں ہوا کرتا ہے اور جز تو وہی ہے جو کل سے متجزی ہو اور کل کا باعتبار
حقیقت عین ہو یا کسی اور کل کا عین ہو اور دوسرے متبائن الحقیقت کے ساتھ
ملاحق کیا گیا ہو اور بروقت انقسام کل سے علحدہ ہو کر اپنی اصلی حقیقت کا جوہر
ظاہر کرتا ہو جسکا وہ عینی جز ہو اس تقریر سے یہہ معلوم ہو گا کہ اجزار شئے قابل
انقسام کے اور ہیں اور شئے غیر قابل انقسام کے اور ہیں۔ اس وقت
ہمیں اس بحث کا موقع و محل نہیں ہے کہ ہم اجزار شئے قابل انقسام کے
متعلق بحث کریں جو بظاہر حس ظاہری میں منقسم دکھائی دیتے ہیں آیا
کیا وہ درحقیقت واقعی انقسام ہے یا وہ بھی اعتباری ہے جس سے کل
اجسام کا بسیط ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے اس بحث کو چھوڑ کر ہم اجزا حدیہ
کے نسبت اپنی رائے قائم کرتے ہیں کہ اجزار حدیہ جو ذاتیات شئے
کہلاتے ہیں وہ ایسے اجزار نہیں ہیں جیسے ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں جو قابل انقسام

اور اوصاف اس شئے کے شئے سے زیادہ تر قریب ہیں اور عوارض خاصہ کہلاتے ہیں ان میں ایک قابل مشارکت اور دوسرا قاطع مشارکت و مخصص ہے جس سے وہ شئے اپنی نوع میں دوسری نوع سے ممتاز ہے اس قسم کے اوصاف اجزا حدیہ اعتباریہ کہلاتے ہیں نہ اجزا حقیقیہ مگر یہہ بات اور ہے کہ ان کو ہی اجزا حقیقیہ قرار دیکر شئے کو مرکب مانیں جو درحقیقت پایۂ تحقیق سے ساقط ہے حکماے فلاسفہ چونکہ انہیں شئے کی اصلی حقیقت کا انکشاف نہیں ہوا تو انہیں شئے کے اوصاف سے دو وصف منجملہ اور اوصاف کے لیکر شئے کی تعریف کرنے پر مجبور ہوئے۔ جو اہل بصیرت ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ہر شئے اپنے مرتبہ میں اپنے تعین کے لحاظ سے حقیقت واحدۂ بسیط رکھتی ہے اور ظل حقیقت واحدہ مطلقہ الٰہیہ ہے اور آئینہ جمال وحدت ذات مطلقہ الٰہیہ میں مشہود ہے اور خود بحیثیت اپنے تعین کے مرآۃ جمال وحدت ذات مطلقہ الٰہیہ واقع ہوی ہے اور تقابل قیود و اطلاق باہم ایک دوسرے کا آئینہ ہے جسکی صراحت آیۂ کریمہ (سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق) سے ظاہر ہے یعنی ہم اپنے آیات آفاق اور ان کے نفسوں میں انہیں دکھلائینگے یہاں تک کہ انہیں یقین ہو جائیگا کہ جو دیکھ رہے ہیں وہی حق ہے۔ اور شاعر کا قول۔

وفی کل شیٔ لہ آیۃ   تدل علی انہ واحد

اسی پر دال ہے جسکا ترجمہ یہہ کہ ہر شئے میں وحدت الٰہیہ کی آیت ہے جو صاف بتلا رہی ہے کہ وہ ایک ہے۔

اور ہر ایک شئے باعتبار اپنے اوصاف خاصہ قریبہ کے دوسری شئے سے

ہتمیز وفی نفسہ متعین ہے اور بلا لحاظ اوصاف کے ایک دوسرے کی عین ہے اور اضافات ونسب واعتبارات اوصاف کے لحاظ کرتے دائرہ تقید میں گرفتار ہے۔ اور جس قدر عوارض خاصہ وعامہ وغیرہ وغیرہ اوصاف ہیں سب تمیزات عقلیہ ہیں اور جسکا ثبوت تمیزات عقلیہ پر موقوف ہو وہ بھی معقول ہونا لازمی ہے۔ اور بذریعہ حواس ظاہری جوکچھ معلوم ہو وہ بھی ادراک عقل سے ہے اور حواس ظاہرہ و باطنہ کل کے کل آئینہائے مدارک عقل ہیں اور باعتبار تمیز ظاہری و باطنی نسب و اضافات کے دائرہ سے نہ نکلنے کی وجہ میں معقولات ہیں عقل ہی نے انھیں مختلف اعتبارات سے ظاہری و باطنی قرار دے رہی ہے اور دائرہ وجود نفس الامری ان کل پر محیط ہے اور واجب وممکن ومحال کو بحیثیت ان کے مراتب وجود کے شامل ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جن اشیا کی حقیقت میں ترکیب اجزا رعقلی مانی گئی ہے درا صل وہ ترکیب اعتباری ہے نہ حقیقی مگر اعتبارات معتبرین کے لحاظ کرتے وہ قوی وضعیف ہوا کرتی ہے اور حقیقی وہ باہی اور در حقیقت کوئی ترکیب نہیں ہے۔ بلکہ ہر شئے اپنے اوصاف سے ساتھ ہے جو اس کے لئے خاص و غیر ازغیر ہیں اور تا بقائے شئے وہ اوصاف شئے کے ساتھ باقی ہیں۔ اور وہ شئے فی نفسہ ان اوصاف سے مرکب نہیں ہے۔ خواہ وہ شئے بعض اوصاف کے لحاظ کرتے بالقوہ ہو اور بعض اوصاف کے لحاظ کرتے بالفعل جیسے ذرات مادیات جن میں بعض اوصاف بالقوہ ہیں اور بعض بالفعل۔ یا صرف بالفعل ہی ہو جیسے ذوات مجردات اور کل اشیا کے حقائق کا علم اللہ جل شانہ کو بلحاظ اعتبارات و بلا لحاظ اعتبارات نفس الامری و ازلی و ابدی ہے

اور جہل سے منزہ ہے جہل تو بحیثیت ممکنات ممکنات کے علم کا مقابل ہے اور جب اللہ تعالی کے جانب علم کی نسبت کی جائے تو وہ ہر حیثیت سے جہل سے منزہ ہے بلکہ وہاں جہل کو کوئی نوع وجود بھی حاصل نہیں ہے وہ تو وہاں عدم ہی عدم ہے اس کا وجود تو ممکنات کے علم کے مقابلہ میں ثابت ہے اور اس لحاظ سے وہ بھی معلوم جناب باری ہے۔ اور جب کہ ذوات اشیاء کا باہم تمایزان کے اقرب حیثیات و اوصاف پر مبنی ہوا جس کو مناطقہ نے اجزاء حدیہ قرار دیا تھا تو ہر ایک شئے کی تعریف بقدر طاقت بشری اوصاف خاصہ جامعہ و مانعہ کے اعتبار کرتے ہر صاحب عقل پر آسان ہوگئی اور نفس حقیقت ذات کے لحاظ کرتے خفی رہ گئی کیونکہ حقیقت ذات شئے کا علم فی نفسہ وہ کیا ہے یا کیا نہیں ہے صرف اللہ جل شانہ کو ہی ہے اور جو شخص یہہ دعوی کرے کہ اس کو بلا تعلیم الہی حقائق اشیاء کا صحیح علم ہے تو اس کا دعوی لغو و باطل ہے۔ اور حکماے فلاسفہ وغیرہ کے لغزشات خود ان کے عجز سے کہ نباتات و جمادات کے علم کے متعلق مذکور ہیں ظاہر ہیں انکا۔ اگر کوئی قول مطابق کتاب اللہ ہو تو مقبول ہے ورنہ مردود کتاب اللہ ایک ایسی شئے ہے جو تمام فلاسفہ کے مبلغ علم کی صحت و بطلان کا معیار ہے ہماری رائے یہہ نہیں ہے کہ فلاسفہ کے اقوال کے جانب بالکل توجہ نہ کی جائے بلکہ اصطلاحات منطقیہ و فلسفیہ سے بھی حسب ضرورت واقف ہونا چاہئے جو مزید ترقی علم کا باعث ہے جس کی وجہ ان کے اقوال جو خلاف کتاب اللہ ہوں انہیں کے قواعد پر انہیں پر الٹ دینا آسان ہو جاتا ہے۔ ہماری تقریر کو جو حضرات بنظر انصاف ملاحظہ فرما دینگے

ان پر یہہ امر مخفی نہ رہیگا کہ واجب الوجود خود بحیثیت وجود من حیث ہو ہو
بالحاظ وصف وجوب شامل موجودات سے ہے بلکہ انکا عین وجود ہے اور
بحیثیت وصف وجوب ان موجودات سے ممتاز اور انکا غیر ہے۔ اور
ممکن الوجود بحیثیت وجود من حیث ہو ہو بلالحاظ وصف امکان میں عین وجود
واجب سے ہے اور بلحاظ وصف امکان واجب سے ممتاز اور اس کا غیر ہے
اور ممتنع جب سے کے اس کو ایک نوع وجود حاصل ہے اور بحیثیت وجود من
حیث ہو ہو بلا قید وصف امتناع واجب اور ممکن سکے وجود کا عین ہے
اور ہر دو کے پہلو میں ضم ہے اور بحیثیت وصف امتناع واجب
و ممکن سے ممتاز اور انکا غیر ہے۔ واجب میں تمیز وصف وجوب
اور ممکن میں وصف امکان اور ممتنع میں وصف امتناع۔ اور بحیثیت
وجود من حیث ہو ہو تینوں مراتب میں کوئی لحاظ تمیز نہیں ہے اور جب
تمیزات پر نظر ڈالی جاسے تو فوراً تینوں مراتب کا ظہور ہو جاتا ہے اور
بلالحاظ تمیزات بحیثیت وجود من حیث ہو ہو اور بلحاظ تمیزات نظر ڈالی جاتا
یہہ کل امور ممکنات کے کرشمہ ہیں۔ اور اللہ تعالی کے دائرہ علم مطلق میں
جو غیر متناہی ہے یہہ سب کے سب بحیثیت علوم ممکنات ہونے کے
واقع ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالی کا علم ان کے علوم پر محیط ہے اور خود تی
ان کے علوم سے منزہ ہے۔ اور اس طرح دیا ڈالا ہے کہ علوم ممکنات
کے اس کی تعینہی شان علمی صورت سے ہوئے ہیں۔ ممکنات
کی کیا مجال ہے کہ اپنے حادث علم کے ذریعہ اس کے قدیم ازلی ابدی
علم کے نسبت کوئی چون و چرا کرسکے۔ ممکنات کا علم ممکنات کے لئے
جب ہی مفید ہوگا کہ وہ انکو علیم قدیم ازلی و ابدی کے لئے سربجود کردے

اور انکوان سے کہ دعویٰ علمیت سے جو بمقابلہ علیم قدیم واجب بالذات ہے
چھوڑو ے ۔ حادث علم کے ساتھ قدیم ازلی و ابدی علم رکھنے والے کا
مقابلہ کرنا کفر کی علامت ہے ۔ اور مزید براں لفظاً یا معنیً جہل یا عدم
علم کی نسبت کرنا گویا اس کے مقابل میں سر اٹھانا ہے جو تھوڑے
سے حادث علم کی پونجی پر اترانے کا باعث ہے ممکن کے علم کی
کیا مجال ہے کہ واجب تعالیٰ کے علم میں گفتگو کر سکے جب تک کہ
ممکن وصف امکان سے متصف ہے وجوب کی ہوا بھی نہیں لے
سکتا اور ایسا ہی واجب تعالیٰ بھی جب تک کہ وصف وجوب سے
متصف ہے امکان و حدوث سے منزہ ہے ۔ اور دائرہ وجوب
ذاتی ہیں دائرہ امکان کا وجود بین العدمین و متلاشی ہے پس ممکن کی
کیا مجال ہے کہ واجب تعالیٰ کے علم وجوبی سے کوئی حصہ لے سکے
ممکن کا علم ممکن کی ذات تک ہی محدود ہے وہ جو کچھ سمجھے گا اپنے
ہی حیثیات کے موافق سمجھے گا اور جو کچھ دیکھے گا امکان ہی کے شیونات
کو دیکھے گا صرف اپنے عرفان کو درست کر کے سیدھا ہو کر اپنے
حدوث کو ملاحظہ کر کے اپنے محدث و موجد کو جانتا ہے اور اپنی
ہر شئے کو اسی کی ایجاد مانتا ہے اور جب تک وہ دائرہ امکان میں
رہے ہر پہلو سے یہی جانتا ہے کہ وہ ایک قادر لایزال کے قبضہ
میں ہے جو اسکا موجد و خالق ہے جس کے قبضہ سے اسکو کسی
نوع کی بھی رہائی ممکن نہیں ہے اور جو کچھ اس پر اس کے مالک سے
نازل ہوتا ہے اسکو مجبوراً اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے اور پندار
غرور میں اگر خلاف فرمان اس کے کوئی فعل کر لے پر اپنے کو

مستحق عقاب و عتاب سمجھتا ہے اپنے مالک کا بندہ بنا رہتا ہے اپنی
ہستی کو عدم اور اپنے مالک کی ہستی کو ثابت و موجود جانتا ہے اور جو
کچھ کر رہے اور ہو رہا ہے یا ہوگا یا ہو چکا ہے سب اسی کے قدرت
کے آثار جانتا ہے اور اپنی ذات کو آئینہ مشاہدہ آثار اسمار الٰہیہ سمجھتا
ہے آثار اسمار الٰہیہ کے مشاہدہ میں اپنے آئینہ ذات سے کبھی
نظر اٹھا لیتا ہے اور کبھی بحیثیت عرفان و مشاہدہ بسیط نظر کے ساتھ
ہر دو کا ادراک کرتا ہے اور کبھی بسبب نظر فنا ہو جانیکے فنا فی الذات
ہو جاتا ہے غرض کہ اپنے مالک کا بندہ بنا رہتا ہے اس کی شان میں
کبھی ایسی گفتگو نہیں کرتا جس سے لفظاً یا معنیً کوئی خفیف سے خفی
سوار ادبی ظاہر ہو ایسی صورت میں جوش رحمت الٰہیہ اس پر اپنے کمالات
وجودیہ کی خلعت پہناتی ہے اور وہ ان کمالات الٰہیہ کی خلعت میں اپنے
پندار ہستی سے اس طرح بالکلیہ خارج ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی انانیت کا
کچھ بھی لحاظ باقی نہیں رہتا اور اپنے مالک کی محبت میں کمال درجہ کا استغراق
و فنا پاتا ہے اور اس پر حسب مدارج فنا و استغراق خلعت الٰہیہ کے فائض ہو کر
اس کی متولی تصاریف ہو جاتی ہے اور عوام کی نظر میں وہ بظاہر زندہ معلوم
ہوتا ہے اور درحقیقت میت و فانی رہتا ہے اسکا اس حالت میں
جو فعل ہو وہ فعل اسکا نہیں کہلاتا بلکہ کسی اور کا جو اسکا فی جمیع الوجود متولی
ہو گیا ہو جس کی شان یہہ ہے کہ ہے اور نہیں ہے یہہ مراتب من باب
قرب نوافل حاصل ہوتے ہیں جسکا پتہ اس حدیث قدسی سے ملتا ہے
و ما زال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ
و بصرہ الذی یبصر بہ و لسانہ الذی ینطق بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی

یمشی بہا فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش وبی یمشی

ترجمہ بندہ میرے طرف نوافل کے ساتھ ہمیشہ تقرب میں سعی کیا
کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست گردانتا ہوں پس جب میں
اس کو محبت کرتا ہوں تب اسکا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھا کرتا ہے اور اس کی زبان
ہو جاتا ہوں جس سے گفتگو کیا کرتا ہے اور اسکا ہات ہو جاتا ہوں جس سے
وہ حملہ وگرفت کیا کرتا ہے اور اسکا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلا کرتا ہے
پس وہ میرے سے ہی سنتا ہے اور میرے سے ہی دیکھتا ہے اور
میرے سے ہی بات کرتا ہے اور میری وجہ سے حملہ وگرفت کیا کرتا ہے
اور مجھی سے وہ چلا کرتا ہے ناظرین کی سمجھ میں یہہ بات نہ آوے کہ بندہ
خدا ہو جاتا ہے اور خدا بندہ کیونکہ یہہ محال ہے بندہ کتنا ہی عروج کرے
بندہ ہی ہے اور رب کتنا ہی نزول کرے رب ہی ہے اور بندہ کا اپنے
رب کی محبت میں استغراق وفنائے تام حاصل کرنا بندہ کا کمال ہے اور
در وقت فنائے تام جو بلحاظ عبدیت ومعبودیت مابین عبد ورب کے رہا کرتا
تھا وہ بسبب فنائے کلی متلاشی ہو جاتا ہے اور ذات ازلی وابدی من حیث
ہی ہی بلا لحاظ عبد ورب اپنے تطورات دکھاتی ہے جس کا دائرہ علم
وجوب وامکان وامتناع پر محیط ہے بلکہ وہی حقیقت وجوب کا اصلی معنی
ہے جو ہمارے واجب تصور کرنے سے بھی منزہ ہے اور تمام دوائر
موجودات کا متولی ہے جس کے مفہوم کو (ان اللہ بکل شئی محیط)
صاف بتلا رہا ہے اور اس مرتبہ میں وہ ذات جب مراتب اشیاء ثبوتیہ
وسلبیہ جس طرح کہ وہ اس کے علم میں ہیں سب کی عالم ہے ہمارا ان اشیاء

سے متعلق گفتگو کرکے کہ کیسے ہیں اور کیا ہیں علم ذات الٰہی میں رائے زنی
کرنا ناجائز امر ہے۔ ہم پر یہہ امر فرض ہے کہ اگر ہم اپنے حوصلہ کے موافق
کہیں تو ایسی بات نہ کہیں کہ جس سے علم ذات خداوند عالم میں کوئی جنبہ
آوے خواہ وہ بحیثیت لفظ کیوں نہو اس تقریر سے ناظرین پر مخفی نہ رہیگا
کہ جناب باری تعالی اپنے شریک کو معلوم جانتا ہے اور مصداقاً نہیں
جانتا کہنا عین سوء ادبی ہے بلکہ کفر کے حد کو پہونچتی ہے اور اصرار
کرنے والا کافر ہے کیونکہ جب استعمال کے لیئے بہتر پہلو موجود ہو تو پھر
فاسد ولغو پہلو اختیار کرکے عوام الناس کو ضلالت میں پھنسانا اور خود بھی بلا
میں گرفتار ہونا عاقل کا کام نہیں ہے۔ اور قواعد منطقیہ اس لئے قرار
نہیں دے گئے ہیں کہ وہ محالات ومفروضات مستحیلہ میں جاری کئے
جائیں جس میں سوائے تضیع اوقات اور بربادی عمر کے اور کوئی نتیجہ
نہیں اور عوام الناس کے دماغ وخرد فروشی اور بڑے منطقی وفلسفی معلوم
کروا کر انکو مغالطات میں ڈالدینا ہوتا ہے جس کی وجہ دینی امور میں
وہ دولت ایمان کھو بیٹھیں قواعد منطقیہ کا دارومدار حق وباطل میں تمیز
کرنے کے لئے رکھا گیا ہے علمائے مناطقہ کے پاس وہ ایک ایسی
میزان ہے کہ جس سے بآسانی حق وباطل میں فرق معلوم کرکے باطل
شئے کو ترک اور حق کو اختیار کیا جاتا ہے۔ مگر یہی کہ اس کو صحیح امور پر جاری
کیا جاوے ورنہ بنا فاسد بر فاسد ہوگی اور وادی واہمات سے نجات
پانا دشوار ہوگا۔ مقرظ صاحب کی تقریظ میں قضیہ شرطیہ کو نعوذ باللہ فاسد
پہلو میں عمل میں لایا گیا ہے اگر وہ صحیح دحق پہلو پر عمل میں لایا جاتا تو حق وباطل
کی تمیز حاصل ہوجاتی۔ مقرظ صاحب کا قول (اس وقت دو شئے ہمارے

ہاتھ میں ہیں ایک قضیہ یہہ ہے اگر واجب تعالی کا علم وجود محال اور مصداق ممتنع سے متعلق ہوجائیگا تو محال کا وجود ہوجائیگا اور مصداق ممتنع موجود ہوجائیگا) معترض صاحب اگر یوں کہتے ہوتے کہ واجب تعالی کا علم وجود محال اور مصداق ممتنع کے عدم سے متعلق ہوجائیگا تو محال کا وجود اور ممتنع کا مصداق عدم ہوجائیگا۔ تو بہتر طریقہ ہوتا معترض صاحب کا قول (اگر محال کا وجود ہوجائیگا اور مصداق ممتنع موجود ہوجائیگا تو واجب تعالی کا علم وجود محال اور مصداق ممتنع سے متعلق ہوجائیگا) اگر یوں لکھے ہوتے کہ محال کا وجود اور ممتنع کا مصداق عدم ہوجائیگا تو واجب تعالی کا علم عدم وجود محال اور عدم مصداق ممتنع سے متعلق ہوجائیگا۔ تو مناسب ہوتا معترض صاحب کا قول (اب اگر پہلے قضیہ میں وضع مقدم سے کام لیں اور یوں استثنا کریں کہ۔ واجب تعالی کا علم وجود محال اور مصداق ممتنع سے متعلق ہے تو یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محال کا وجود ہے اور مصداق ممتنع موجود ہے) اگر یوں لکھے ہوتے کہ۔ واجب تعالی کا علم عدم وجود محال اور عدم مصداق ممتنع سے متعلق ہے تو یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وجود محال اور مصداق ممتنع عدم ہے تو ٹھیک ہوتا۔ معترض صاحب کا قول (اگر رفع تالی سے کام لیں اور یوں استثنا کریں کہ۔ محال کا وجود نہیں ہے اور مصداق ممتنع موجود نہیں ہے۔ تو یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ واجب تعالی کا علم وجود محال اور مصداق ممتنع سے متعلق نہیں ہے) اگر یوں لکھے ہوتے کہ۔ محال کا وجود اور ممتنع کا مصداق عدم ہے تو یہہ نتیجہ نکلتا کہ واجب تعالی کا علم محال کے عدم وجود اور ممتنع کے عدم مصداق سے متعلق ہے۔ معترض صاحب کا قول (دوسرے قضیہ میں

اگر وضع مقدم سے کام لیں اور یوں استثنا کریں کہ ۔ محال کا وجود ہے
اور مصداق ممتنع موجود ہے تو یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ واجب تعالی کا علم
وجود محال اور مصداق ممتنع سے متعلق ہے) اگر یوں لکھے ہوتے کہ ۔
محال کا وجود عدم ہے اور ممتنع کا مصداق معدوم ہے تو یہہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ واجب تعالی کا علم عدم وجود محال اور عدم مصداق ممتنع سے متعلق ہے،
تو اچھا ہوتا مقرظ صاحب کا قول (اور اگر رفع تالی سے کام لیں اور یوں
استثنا کریں کہ واجب تعالی کا علم وجود محال اور مصداق ممتنع سے متعلق
نہیں ہے ۔ تو یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محال کا وجود نہیں ہے اور مصداق
ممتنع موجود نہیں ہے) اگر یوں لکھے ہوتے کہ ۔ واجب تعالی کا علم عدم
وجود محال اور عدم مصداق ممتنع سے متعلق ہے تو یہہ نتیجہ نکلتا کہ محال کا
عدم ہے اور ممتنع کا مصداق معدوم ہے تو بہت مناسب ہوتا بہر صورت
ہر حال میں شریک کے عدم کا علم عدم وجود ممتنع علی کمصداق شریک کی
وجہ ضروری ہے ۔ ایسے صحیح پہلو کو چھوڑ کے ایک فاسد و لغو پہلو اختیار
کرنا عاقل کا کام نہیں ہے جس کی خرابی اظہر من الشمس ہے اور ہر دو
پہلوں میں کونسا اچھا ہے اور ہر دو کا ماحصل کیا ہے اور ہر دو سے کونسا
اختیار کرنا چاہیے اس کے متعلق ہم اوپر تفصیلاً بیان کر آئے ہیں لہذا
مکرر اعادہ کی ضرورت نہیں ہے غرض کہ فاسد و لغو پہلو کو ترک کرنا لازمی ہے
اور نہ فتنہ کا دروازہ کھل جاتا ہے ۔ جنھوں نے ایسے فتنوں کے
دروازے عوام الناس پر کھولدیا ہے وہ بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں
جن کے متعلق اللہ جل شانہ فرماتا ہے (فاما الذین فی قلوبھم زیغ
فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ)

یعنی پس لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے پس وہ پیروی کرتے
ہیں اس شئے کی جو متشابہات سے اس کے ہو فتنہ کی غرض سے
یعنی اپنے خیال کے موافق تاویل کرنا شروع کرتے ہیں اسی آیہ کریمہ
کے ساتھ ہی یہہ بھی فرمایا ہے کہ آیات متشابہات کی صحیح تاویل اللہ
ہی جانتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ناجائز تاویلات سے بچیں
اور دوسروں کو بچائیں اور جائز تاویل ضرورت کے لحاظ سے ممنوع نہیں ہے
اور بہتر تو یہی ہے کہ جب نزاع قوی ہوجاوے تب اصلی مطلب کو اللہ کے
حوالے کردیں اور کوئی چون وچرا نہ کریں جیسے کہ جناب باری تعالی فرماتا
ہے (فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم
تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا)
یعنی پس اگر تم کسی شئے میں جھگڑو گے تو اس شئے کو اللہ اور رسول کے
جانب تفویض کردو اگر ہو تم ایمان لانے والے اللہ اور آخرت کے
دن پر یہی ایک اچھی اور بہتر تاویل ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ کسی شئے کے متعلق ایسی گفتگو کرنا کہ جس میں جناب باری تعالی کی
شان میں سوء ادبی ہو اور بعد اگلی جاوے دولت ایمان کھو دینا ہے۔
اور چونکہ معترض آیہ (اتنبئون اللہ بما لم یعلم) کے معنی یقیناً نہیں
نہیں جانتا ہے جو قرار دے رہیں اس لئے انہیں یہہ ضرور ہوا کہ شریک
کو وجوداً و مصداقاً نہیں جانتا کہیں۔ کیونکہ مفہوماً علم ہونے کو تو وہ انکار
نہیں کرسکتے اگر کہیں تو اور بھی بڑی خرابی لازم آتی ہے جس سے
مطلقاً جہل کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے مفہوماً علم اور وجوداً و مصداقاً
نفی علم کے قائل ہوگئے اور علاوہ ازیں اگر وجوداً مصداقاً علم بالشریک

مان لیں تو ثبوت شریک اور غلط بیانی قرآن لازم آتی ہے لہذا انہوں نے
ایک بڑی مصیبت سے بچنے کے لیے یہہ پہلو اختیار کیا جو درحقیقت
فساد سے خالی نہیں ہے یہہ کل خرابیاں آیۂ کریمہ کی غلط تاویل کرنے پر
مبنی ہیں۔ جب کہ تقریر بالا سے یہہ معلوم ہو گیا کہ جس قدر بت وغیرہ ہیں
وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں مگر کفار نے غلط فہمی سے انہیں شریک باری تعالی
مان لیا تھا اور شفیع بھی اور اصل حقیقت الامر سے وہ غافل تھے تو اللہ تعالی
ان کے زعم فاسد وخیال باطل کی تردید آیہ مذکورہ سے یوں فرمادی کہ کھو
اے محمد کیا تم اللہ تعالی کو ایسی شئے کی خبر دیتے ہو جس کو وہ آسمانوں اور
اور زمین نہیں جانتا یعنی تمہارے زعم میں یہہ بات سمائی ہے کہ بت شریک
جناب باری تعالی اور شفیع بھی ہیں۔ ان کو اللہ تعالی نہیں جانتا یہہ تمہارا زعم
غلط و باطل ہے اللہ تعالی تو ان کو جانتا ہے کہ وہ بت نہ شریک ہیں اور
نہ شفیع شفیع تو وہی ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی شفاعت کی اجازت دے
اور انہیں تو شفاعت کی اجازت نہیں دی گئی ہے اس لیے وہ کچھ بھی
شفاعت نہیں کر سکتے اور قبضہ قدرت الٰہیہ میں وہ سب مجبور بندے ہیں
ان میں شریک بننے کا وصف نہیں ہے اور نہ بلا اجازت شفیع بننے کا
کیونکہ وہ مخلوق ہیں نہ خالق مخلوق کو بمقابلہ خالق کسی معاملہ میں بھی کوئی حق
شرکت نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالی کے فرمان سے وصف شرکت
المعیشت جو ان بتوں میں کفار مانتے تھے اس کی تردید کرنا ہے اور
ان کے زعم کو باطل قرار دینا ہے خلاصہ یہہ کہ جناب باری فرماتا ہے کہ تمہارا
خبر دینا غلط ہے میں تمہیں اور تمہارے بتوں کو اور طرفہ یہہ کہ میرے
مقابلہ میں ان کو شریک و شفیع مانتے ہو میں انکا اور تمہارا پیدا کرنے والا

اور مارنے اور جلانیوالا ہوں مجھے سب کچھ علم ہے تمہارا یہہ جو خبر دینا ہے
وہ تمہاری کج فہمی اور غلطی پر مبنی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے
زعم میں ہیں ان کو نہیں جانتا جو مجھے اس طرح خبر دیتے ہو میں ان کو
خوب جانتا ہوں کہ وہ شریک نہیں ہیں اور نہ شفیع ہیں میرا کوئی شریک
نہیں ہے میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں اور جس حقیقت سے
کہ میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں اپنے شریک کو عدم جانتا ہوں
اگر شریک ہوتا تو میں خود اس کا ذکر کرتا اور تمہارے شریک کرنے
سے مانع نہیں ہوتا اور جب کہ میرا کوئی شریک نہیں ہے اور میری
ہی ایک ہستی لازوال ہے تو میری ہستی مطلق کو نہ جانکر کیوں شریک
وکفر میں مبتلا ہو رہے ہو اگر تم میرے کہنے پر عمل کروگے تو حیات
ابدی پاؤگے اور ہمیشہ مسرور رہوگے اور رفتہ رفتہ دوئی کے پندار اور
قید وہم سے نجات پاؤگے اور جو کچھ آثار کہ ان بتوں سے تمہیں دکھائی
دیتے ہیں یا تمہارے خیال فاسد میں سماتے ہیں وہ ان بتوں کے
نہیں ہیں وہ تو سب میری قدرت کے کرشمہ ہیں اور تم غلط فہمی سے
ان کو بتوں کے جانب منسوب کر رہے ہو اگر تم ان بتوں سے
نظر اوٹھالوگے تو تمہیں میرا ہی ایک فاعل ازلی وابدی اور مستحق
عبادت ہونا صحیح طور پہ معلوم ہو جائیگا۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ مشرکین
جو حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گفتگو
کیا کرتے تھے اس کی اطلاع بواسطہ جبرئیل حضرت نبی کریم کو ہوا کرتی
تھی جس کی وجہ مشرکین نے آپس میں یہہ کہنا شروع کیا (اسروا قولکم
کی لایسمع الٰہ محمد) یعنی آہستہ مشورہ کیا کرو تا کہ محمد کا

خدا نہ سنلے جس کے متعلق یہہ آیہ کریمہ نازل ہوئی (واسروا قولکم او اجہروا
بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق و
ھو اللطیف الخبیر) یعنی تم اپنے مشورہ کو آہستہ
کہا کرو یا علی الاعلان کہا کرو تحقیق کہ وہ ذات پاک یعنی اللہ تعالی دلی باتوں کا
جاننے والا ہے کیا نہیں جانتا وہ جس نے پیدا کیا ہے اور حال یہہ کہ وہ لطیف
لطف والا اور ادراک سے منزہ اور باخبر ہے جس سے صاف
معلوم ہوتا ہے مشرکین کی سرشت میں عالم کا ماسوی اللہ ہونے کی
وجہ تہ ایک باری تعالی کا خیال بسا ہوا تھا اور اپنے بتوں کو واقعی
شریک و شفیع مانتے تھے اور یہہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالی کو اس کی
خبر نہیں ہے وہ اپنی خبر رکھتا ہے اور بت اپنی خبر رکھتے ہیں جیسے
ہم میں سے ہر ایک اپنی خبر رکھتا ہے اور دوسروں کے واقعات سے
بیخبر رہتا ہے اور جناب باری تعالی اور بت بعض امور میں باہم مشورہ
کرتے ہیں اور بعض امور کو ہر ایک اپنے علم کے موافق انجام دیتا ہے
اس لئے آیہ کریمہ (اتنبئون اللہ) سے ان کے زعم فاسد کی تردید
کی گئی کہ خداوند عالم کو کوئی ایسی خبر نہیں دے سکتا جس کو وہ نہ جانتا ہو
بلکہ جس شئے کی خبر اس کو دی جائے وہ اسکو خبر دینے سے پہلے
بخوبی جانتا ہے جس طرح کہ وہ شئے ہے اس شئے کا علم اس
شئے کی حیثیت کے ساتھ جیسے کہ وہ خداوند عالم کو کامل طور پر ازلاً
وابداً قدیم سے ہے خواہ وہ شئے ثبوتی ہو یا سلبی بہر صورت کسی مرتبہ
کی ہو وہ معلوم جناب باری ہونے سے کنارہ کش نہیں ہو سکتی
ناظرین کے روبرو ایک مثال پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو

معلوم ہوجائیگا آیۂ کریمہ کا مفہوم وحقیقت کیا ہے۔ بجز اگر زید کو ایک
ایسی شئے کی خبر دے کہ زید اس کے ہونے اور نہونے کو جانتا ہو
اور اس کے جاننے میں کوئی امر خلاف واقع نہو اور بجز کے خیال میں
یہہ سمایا ہو کہ زید اس کو نہیں جانتا خواہ وہ خبر ثبوتی ہو یا سلبی یا ثبوتی ہو اور
واقع میں سلبی یا سلبی ہو اور واقع میں ثبوتی تو زید اسکو یہہ جواب دیگا کہ تو
مجھکو ایسی شئے کی خبر دیتا ہے جس کو میں نہیں جانتا یہہ تیرا خیال باطل
میں تو اسکو جو کچھ ہے یا نہیں ہے خوب جانتا ہوں۔ زید کو بجز کے مقابلہ
میں جب یہہ جواب دینے کا حق حاصل ہے تو خداوند عالم کو تو مشرکین
کے مقابلہ میں بدرجہا حق حاصل ہے۔ اور ایسی ہی قول سے مشرکین
کے زعم فاسد کی بیخ کنی ہوتی ہے نہ اس معنی کے اعتبار کرنے
کہ قطعاً مخبر عنہ کے علم سے لاعلمی ظاہر ہے اور کھلے کہ وہ شرکا آسمان
میں کہاں رہتے ہیں اور زمین میں کہاں بستے ہیں معلوم نہیں جس سے
ان کے زعم فاسد کی اور تائید ہوتی ہے کہ نہیں جانتا نہ کہ تردید زعم
فاسد مشرکین تو مشرکین ہیں مومنین کے لئے بھی یہہ مفہوم نامناسب ہے
اور سیاق آیہ کریمہ (اتنبئون اللہ) جس پہلو پر ہم تقریر کر رہے ہیں
اسیکو بتلا رہا ہے نہ دوسرے پہلو کو جو مفسرین نے ذکر کیا ہے
اگر مفسرین کا پہلو اختیار کیا جائے تو باوجود ان خرابیوں کے جو ہم ذکر
کر آئے ہیں اور کر رہے ہیں ایک بڑی خرابی یہہ بھی پیدا ہوتی ہے
کہ نعوذ باللہ آیۂ مذکورہ دوسری آیہ کی قطعاً مخالف ظاہر ہوتی ہے
وہ دوسری آیہ کریمہ یہہ ہے ان اللہ یعلم ما یدعون من
دونہ من شئ یعنی تحقیق اللہ تعالی جانتا ہے۔ اس چیز کو

جو پکارتے ہیں (عبادت کرتے ہیں) اسکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی
شئے کیوں نہو مفسرین پہلی آیہ میں عدم علم کے قائل ہو گئے
اور دوسری آیہ میں انہیں لازمی طور پہ علم کے قائل ہونا ہوگا ورنہ کفر صریح
ہے اور اگر ہماری تقریر کے موافق پہلو اختیار کیا جائے تو کوئی نزاع
باقی نہیں رہتا اور ہر دو آیہ کا مفہوم صاف طور پہ باہم متعاضد ہو جاتا ہے
اور کوئی نزاع قایم نہیں رہتی اور کفار پر حجت بالغہ قائم ہو جاتی ہے اور
اللہ تعالی کا علم ثابت ہو جاتا ہے اور کفار کی جا بلا نہ منہ زوری برباد ہو جاتی
اور کفار کے الزام دینے کے لئے اس پہلو سے بہتر آیہ مذکورہ میں
کوئی اور پہلو نہیں ہے - کیونکہ علم کا پہلو جہل کے پہلو سے بہتر ہے
گو وہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو مشرکین کے زعم فاسد کی تائید ہونے
کی وجہ یہ ہے کہ وہ خداوند عالم کو اگرچہ خالق ارض و سماوات مانتے
تھے مگر ظاہر و باطن کا جاننے والا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے علم کو
اپنے خیال فاسد میں ایک محدود قرار دیتے تھے اور اپنی دلی باتوں
پر اسکو کوئی علم نہیں ہے جانتے تھے اس لئے چھپا چھپا کر مشورہ
کیا کرتے تھے جس کی تردید میں بہت سے آیات قرآنیہ مذکور ہیں
اور سب کے سب صاف طور پہ بتلاتے ہیں کہ خداوند علم ظاہر و باطن
کا جاننے والا ہے اس کے علم میں کوئی شئے خواہ وہ کسی
نوع کی کیوں نہو قولاً یا فعلاً یا وجوداً یا عدماً سب کو وہ اس شئے کی جیسی
حیثیت ہو خوب جانتا ہے مشرکین کے زعم فاسد اور باطل پرستی کے
نتیجوں کی جو جہ انکا مقام ہے اس کو یوں ذکر فرماتا ہے (انکم وما
تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون)

یعنی تم اور جس کی تم اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے
سب کے سب جہنم کے کندے ہیں اور جہنم میں ضرور داخل ہونے والے
ہیں۔ اس آیہ کریمہ کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکین اور ان کے
بت جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے اور اللہ تعالی کے شریک یا اپنے
لئے شفیع مانتے تھے وہ سب ساتھ اپنے بتوں کے ضرور دوزخ میں
داخل ہونے والے ہیں جو معبود کہ مستحق عبادت نہ تھے اور اپنی
عبادت کروانا چاہتے تھے یا عبادت کی جانے پر باوجود قادر ہونے
کے نہ منع کرتے تھے یا اپنے لئے مرتبہ الوہیت میں کسی نہ کسی
نوع کا خط لینے کا خیال رکھتے تھے وہ سب ساتھ اپنی پرستش کرنیوالوں
کے داخل عذاب دوزخ ہونگے اور انکا مقام دوزخ ہوگا اور جنھوں
نے اپنی پرستش سے منع کیا ہے یا بوجہ استغراق فی اللہ و غلبہ
فنائیت یا بوجہ جنون اور زوال عقل گو وہ کسی قسم کا کیوں نہو اپنی پرستش
کی جانے کی اطلاع نہ رکھتے ہوں یا انہیں منع کرنیکا موقع نہ ملا ہو وہ
باطل پرستوں کے ساتھ عذاب جہنم میں داخل نہونگے اور ان کی
پرستش کرنیوالوں سے روز قیامت بری ہوجائینگے۔ پرستش کرنے
والے اور پرستش کروانے والوں کا دارومدار فساد باطنی پر ہے جو اپنے
نفسوں کو نہ سمجھنے کی وجہ قائم ہے اور اگر وہ خود کو پہچانتے تو فوراً
موحد ہوجاتے اور پندار دوئی سے نکل جاتے ان کے طبائع و
نفوس میں شرک اس قدر متمکن ہوگیا تھا کہ جس سے انکا نکلنا دشوار
تھا اور وقتاً فوقتاً بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ ان کے روبرو گویا اللہ کی
شکل میں متمثل ہوگیا اور وہ اس کی پرستش کرنے لگے یا کروانا شروع

کیا اور درحقیقت وہ ان کی خواہش نفسانی تھی جس کو انہوں نے معبود مان لیا تھا نہ اور کوئی شئے جسکا ثبوت آیہ کریمہ (افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ) سے ملتا ہے جسکا ترجمہ یہہ ہے کیا دیکھا آپ نے اے نبی کریمؐ اس شخص کو جو اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا ہے) اگر کفار و مشرکین اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود نہ بناتے تو داخل عذاب ابدی نہوتے۔ اگر وہ اپنے نفسوں کو حادث اور نفسوں کے خواہشات کو باطل و مضر اور نفسوں کے پیدا کرنے والے اور جلانے والے اور مارنے والے کو اور اس کے کلام کو حق جانتے اور اپنی ہستی موہوم کو بمقابلہ حق تعالیٰ عدم مانتے تو خواہشات نفسانی کے پھندے سے نجات پا کر داخل راحت ابدی ہوتی۔ انہوں نے نادانی سے اپنے آپ پر برائی کا فیصلہ کر لیا اور ہمیشہ کے لئے شقاوت میں مبتلا رہے۔ اور جو شخص کہ اپنے حادث علم کے ذریعہ اور اپنی عقلی دلائل کے گھمنڈ پر خداوند عالم کے متعلق سوء ادبی سے پیش آئے تو وہ سوء ادبی اسی کے گلے میں باندھے جائیگی اور خداوند عالم کے علم میں اس کے سوء ادبی کرنے سے نقص نہیں آتا جیسے کہ مشرکین کے شرک کرنے سے اس کی ذات و صفات میں کوئی نقص نہیں آیا بلکہ وہی خود اپنی برائی کی وجہ برائی میں پھنسے رہے بناءً علیہ خداوند عالم کے جانب وجود ممتنع و مصداق شریک کے بارے میں جہل و عدم علم کی نسبت کرنا کفر ہے خواہ وہ عدم علم کی نسبت لفظاً کیوں نہو۔ اگر مفسرین کی نظر ہماری تقریر کے موافق جناب باری تعالیٰ کے ممتنعات کو جاننے کے متعلق صحیح پہلو پر پڑتی تو اس کی بھلائی معلوم کرکے فاسد پہلو کی تردید کرتے اور حق پہلو اختیار کرتے چونکہ ہر مجتہد و مفسر کا مخطی و مصیبت ہونا لازمی اور جو خطا ان سے صادر

ہوتی ہے وہ عمداً نہیں ہوتی بلکہ عدم اطلاع کی وجہ وہ ان سے ظاہر ہوتی ہے
جو شخص ان کی خطا کو جو درحقیقت لغزش ہے معلوم کرلے تو اسکا فریضہ
ہوگا کہ اس کو ترک کرے اور جو حق ثابت ہو اس پر عمل کرے مجتہدین کو چونکہ
ان کی نظر اظہار حق پر مبنی رہتی ہے اس لئے وہ لغزش کھائیں تو بھی ان کو
لغزش کھانے پر ایک درجہ اجر ملنا چاہیئے جو ان کی محنت و اجتہاد کا نتیجہ ہے
کیونکہ ان کی نیت تو حق پہ تھی اور حق کے اظہار کرنے کی نیت باعث
اجر و ثواب ہے مگر جو لوگ لغزش و خطا کے امر پر واقف ہونے کے
بعد بھی اس کو ترک نہیں کرتے وہ روز قیامت ضرور مسئول ہوں گے
اور انہیں جواب دینا ہوگا لہٰذا ہر موحد مسلم کا فریضہ ہے کہ وہ ہر طرح کی
برائی سے حتی الوسع بچتا رہے جس سے اس کے دین و ایمان میں
سلامتی حاصل ہو اور اپنے رب سے روز قیامت ایمان کے ساتھ
ملے فقط

کتبہ خادم العلماء سید ابراہیم بن سید عباس الرضوی ادیب المدرسۃ النظامیہ

تقریظ

از کلک در سلک جناب عالم علامہ فاضل فہامہ سید العلماء الکاملین قدوۃ الفضلاء
الاساطین راس المحققین جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ حاوی المسائل الآلیہ وذوی
الآلیہ آقا سید عبداللہ خاں المخاطب بہ نواب نیر جنگ بہادر ادام اللہ ظلہ العالی مادام
البہاو للّٰہ در نجل العلامہ الفہامہ اشرف ذریۃ صاحب الفہامہ ضیع معالم عقلیہ ضیع مقام
نقلیہ عارف معارف الہیہ واقف مواقف دینیہ المعتمد المعاد و للاجتہاد آقای آقایان
آقا سید علی شوشتری المخاطب بہ سلطان العلماء ادیب الدولہ استاد الملک

اعلی اللہ مقامہ و رفع کلمتہ و کلامہ ۔

هو المعز

نور حدیقۂ سیادت و نور حدقہ سعادت فضائل مآب فواضل ایاب الفاضل المفاضل بین الحق و الباطل مصداق و سلام علی ابراہیم صدیق حمیم و شفیق فخیم مولوی لوذی المولوی السید ابراہیم دام فضلہ الجسیم و فیضہ العمیم آنچہ بقلم جادو رقم نوشتہ و در وادی تحقیق نوشتہ الحق نہایت محقق و بغایت مدقق شکر اللہ سعیہ من البدو الی الختم بطور لزوم و ختم بکمال تامل دیدم و در میزان تحقیق سنجیدم کتاب را بری از عیب و عری از شائبہ ریب یافتم آفرین ہمدا بر پدری کہ وی آورد و مادرش کہ زاد وانا اقل السادات و العلماء عبد اللہ بن علی الموسوی المخاطب بہ نیر جنگ ۔

تقریظ

از اعلم علماء زمان افضل فضلاء دوران جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول عالم ربانی فاضل لاثانی شیخ المحققین سر آمد کملاء روزگار عالم الباطن و الظاہر ذی الفضل الباہر و العلم الفاخر فی علم الدین یا ہر حضرت مولانا شیخنا مولوی محمد عبد القادر صاحب قبلہ دام ظلہ العالی ما دامت الایام و اللیالی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ تعالی ونصلی علی النبی الکریم

فاضل محقق ادیب اریب مولانا مولوی سید ابراہیم صاحب رضوی زاد برکاتہ
وعم افاضاتہ نے اس مسئلہ مبحوث عنہا میں جو کچھ لکھا ہے ان کی دقت
نظری وحدت بصری پر دلالت کرتا ہے بے لغزش اور ایک سیدہی
راہ ادب اختیار کی ہے اس راہ کا چلنے والا ضرلتہ الاقدام سے محفوظ رہکر
بے روک ٹوک منزل مقصود رضائے الہی عز اسمہ تک پونچھ جاتا ہے
محققانہ نظر ڈالی ہے اور مالہا وما علیہا سے اچھی طرح بشرح وبسط
بحث کی ہے اور دوسروں کے لئے بغیر اس کے کہ اسی کو دہرا کر
ہو کمد کردیں اور کوئی امر اٹھا نہیں رکہا اب میں جو کچھ لکھونگا یہی ہوگا کہ
اسی کو دہراؤنگا یا اس کے بعض اجمال کی تفصیل کرونگا وبس ۔ درحقیقت
آیہ کریمہ (اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض
سبحانہ وتعالی عما یشرکون) سے عدم علم الہی عز اسمہ کا استنباط بہ نسبت شریک
باری بیشک درست نہیں ہے اور آیہ کریمہ (ان اللہ یعلم ما یدعون
من دونہ من شئی) سے چشم پوشی کی گئی ہے یہہ آیہ کریمہ (ان اللہ

یعلم ما یدعون من دونه الخ بصراحت و وضاحت و بظاہر نص علم الہی کو بہ نسبت ان بتوں کے جن کو کفار شریک باری مانتے تھے مؤکداً ثابت کر رہی ہے اگر یہ بات مان لی جائے کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے تو عند التعارض اصول یہ امر مقرر ہے کہ وجہ ترجیح ان دونو متعارض دلائل میں تلاش کی جائے اور جب کوئی وجہ ترجیح پائی جاتی ہے تو دلیل راجح قابل تمسک اور دلیل مرجوح ساقط ہے اور جب دونو قوت میں مساوی ہیں تو دونو ساقط اور ناقابل احتجاج ہیں اس صورت میں اصل حقیقت شئے کی طرف رجوع کرنا لازم ہوگا اب لیجئے ان دونو آیتوں کا مقابلہ کر لیجئے آیہ (اتنبئون اللہ بما لا یعلم) میں عدم علم کا ایک سرسری بیان ہے اور بمطابق اصول علم معانی کوئی تاکیدی لفظ مستعمل نہیں ہوا اور نہ طریقہ بیان تاکید بخش ہے بخلاف اس کے کہ آیہ (ان اللہ یعلم) میں تاکید علی التاکید لفظاً و معنیً اختیار کی گئی ہے - دیکھو اِنَّ کی لفظ جو بمطابق اصول محض تاکید کے لئے موضوع ہے) اس آیت میں مستعمل ہے اور لفظ تاکید اِنَّ کے بعد اللہ یعلم جملہ اسمیہ ہے جو ثبوت ودوام کے افادہ کے علاوہ ایک خاص تاکید کا فائدہ مزید برآں دیتا ہے اور علاوہ برآں اسم اللہ مبتدا اور اسم ظاہر ہے اور پھر یعلم کی ضمیر جو اس اسم مبارک کے طرف راجع ہے تکرار کا فائدہ دے رہی ہے جو خود بمطابق اصول علم معانی موکد مفہوم جملہ ہے اور تقدم فاعل (یعنی اللہ) پر فعل (یعنی یعلم) بھی تاکید کی تائید کر رہا ہے اب بتلائے کہ جب اس آیہ کریمہ میں اس قدر متعدد تاکیدات کے ساتھ خدائے پاک اپنے علم کو (ان بتوں کی نسبت جو شریک باری بزعم کفار گردانے

کے گئے تھے ثابت کر رہا ہے توکیونکر یہ تمسک اس آیہ کریمہ سے
جس میں محض سرسری طور پر انہیں بتوں سے نسبت لاعلمی کا اظہار
فرمایا جا رہا ہے اس تاکیدی حکم واجب الاذعان سے چشم پوشی سکھتی
ہے اگر لغزش طینت بشریہ کا اعتراف اس چشم پوشی میں ہے اور
درخواست معافی برارت تو البتہ قابل عفو ایسے چشم پوشی بعض کرم
ہو سکتی ہے والا یہ تو بے حد خطرناک امر ہے العیاذ باللہ (ربنا
ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ ہم نے
مخاطب صاحب کے خاطر تنزلاً ان دو آیتوں میں تعارض مانا تھا
جس کی ہم نے قلعی کھول دی (جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان
زھوقا) اب ہمارے اس معروضہ ثانی پر ذراسی دلی توجہ مبذول فرمائے اور
نظر انصاف اور غور سے کام لیجئے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری یہہ تقریر آئینہ
حق نما بنکر آپ کی نظر انور میں حقیقت الامر کا منور چہرہ پیش کر دی گی۔
حق یہہ ہے کہ دو آیتوں میں تعارض نہیں ہے بلکہ تعاضد و تعاون ہے
آیہ کریمہ (اتنبئون اللہ بما لا یعلم میں کلمہ لا یعلم اپنی حقیقی معنی میں
مستعمل نہیں ہوا ہے بلکہ اس مقام پر اس کے مجازی معنی مقصود
ہیں عرب کے محاورہ پر ہی حصر نہیں ہے بلکہ ہر زبان میں لفظ لا یعلم
عربی۔ یا نمیدانم فارسی۔ یا میں نہیں جانتا اردو محاورۃً رات دن
کی بول چال میں تحقیر و تذلیل و توہین مخاطب یا معتقد مخاطب کے
معنی میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے اور یہہ استعمال علی العموم شایع وذایع ہے
جس طرح کہ عربی میں جملہ لا اعلم انک من شئی اور فارسی میں
نمیدانم کہ تو چیزی ہستی اور اردو میں میں نہیں جانتا ہوں کہ تو کوئی

چیز ہے اپنی حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ اس سے
صرف اظہار حقارت مخاطب مقصود ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس سے
خطاب ہو رہا ہے کہ تو کوئی چیز نہیں ہے وہ ایک شئے حاضر اور
مصور بشکل انسان موجود فی الخارج ہے پھر تو تو کوئی چیز نہیں ہے کا
مصداق کب اس محل میں صادق ہو سکتا ہے وہ تو صراحتہً کذب ہے
اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہہ جملہ مجازی معنی پر دلالت کرتا ہے جو تحقیر و تذلیل
و توہین مخاطب ہے اور رات دن عام بول چال میں ہر وضیع و شریف
اس جملہ کا استعمال جو کیا کرتے ہیں وہ ظاہر ہے اسی طرح خدا ے
پاک نے بہ سبیل محاورہ عام بغرض تحقیر و تذلیل و توہین و اظہار
ساقط الاعتباری اصنام مشرکین سے یہہ فرمایا کہ (اتنبئون اللہ بما لا
یعلم) کیا خدا ے پاک کو ایسے چیز کے خبر دیتے ہو جس کو وہ نہیں
جانتا یعنی جن کی عزت اس کے پاس کچھ ہی نہیں ہے اور وہ اس کے
پاس نہایت حقیر و ذلیل و خوار و ساقط عن الاعتبار ہیں اور کلام فصیح وہی ہے
جو بحسب مقتضاے حال صادر ہوا ہو اقتضاء حال یہاں اسی طرز ادا
کا مقتضی تھا کیونکہ مشرکین نے ان بتوں کو شفیع عند اللہ بھی مانا تھا اس
وقت انکا جواب اس طریق پر ادا ہونا فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے کیونکہ
شفیع کی شان یہہ ہے کہ اس کی عزت و عظمت جس مقدس دربار میں
ان کی سفارش پیش کی جانے سے ثابت ہو اور وہ صاحب دربار
اس شفیع کو خوب جانتا ہو تو کیا بلکہ اس سے محبت رکھتا ہو الفت رکھتا
ہو انس رکھتا ہو اور اس کی عزت و عظمت و آبرو کا طرفدار ہو و الا
شفاعت کا اثر پیدا نہو گا اور اگر کوئی بیوقوف نادان بادشاہ کے دربار میں

پادشاہ کے پیشگاہ میں ایک ایسے شخص کا نام وسیلتہً بغرض نجات
وبرات عن الجرم پیش کرے جو پادشاہ کا دشمن یا باغی ہو یا بذات خود
باغی تو نہو مگر دوسروں کے خیال فاسد میں وہ پادشاہ کا ہمسر و شریک
مانا گیا ہو تو کیا یہہ مجرم اس وسیلہ سے نجات پائے گا یا ہلاکت وتباہی
وبربادی کے اسباب کو قوت دیگا اور ہلاکت و یاس ہوکر رہجائیگا
پادشاہ تو ان فاسد خیالوں کی وجہ سے اس سے بدل ناراض ہے پس
ایسے مکروہ اور مغضوب کے ذکر سے کب وہ خوش ہو سکتا ہے اور
جب پادشاہ یہہ بھی جانتا ہے کہ اس مجرم نے اُس مغضوب کی شفارش
یا نام کا وسیلہ اسواسطے پیش کیا ہے کہ بزعم فاسد خود اس مغضوب کو
میرا محبوب و مطلوب مانتا ہے تو پھر پادشاہ نے اُس سے کہا کہ تو جس کا
نوکر رہا ہے میں اس کو نہیں جانتا اس اظہار لاعلمی سے مطلب شاہی
یہہ ہے کہ مجرم کی مصیبت اور دردِ دل دوچند ہو جائے اور خوب سمجھ لے
کہ عمر بھر جس کو پادشاہ کا دوست و قدیم یا شریک ہم نے سمجھا تھا اور
اس کی پوجا کی تھی محض بیکار ثابت ہوگئی اور پھر اسی وقت میں جو ہر طرح
سے گرفتار پنجہ عذاب ہو چکے جناب عالی اس آیہ کریمہ میں خدا سے پاک
اظہار لاعلمی سے ہی مقصود بنا جو بیان ہو چکا اور بدلائل کشفی بخشش ثابت
کر دیا گیا ورنہ لات و منات وغیرہ کو ہر انسان جانتا تھا کہ وہ اصنام
ہیں جس کی پرستش کی جارہی ہے اور خدا سے پاک کے شریک
بت پرستوں کے یہاں پائے جاتے ہیں تو کیا خدائے پاک کو اس
کا علم نہ تھا افسوس ایسے سمجھ پر اور ہزار افسوس۔ بات تو صاف صاف
تھی مگر بے سمجھ کا ناس ہو اس نے ادب کا بھی پاس نکیا علام الغیوب علیم

بذات الصدور کی نسبت لاعلمی کا اقرار کر لیا اب ہماری تقریر اس مسئلہ مبحوث عنہا
میں منقولی حصہ سے ختم ہو گئی اور بفضلہ تعالیٰ شانہ ثابت ہو چکا کہ خدائے پاک
شریک باری اور اُن بتوں کو جو شریک مانے جاتے اور پوجے جاتے تھے
ضرور جانتا تھا اور جانتا ہے جو خود بتاکید ذات متعدد اپنے اس علم کی خبر
دے رہا ہے کہ ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء کہ ضرور
ضرور بشک و شبہ و بیقین کلی خدائے پاک بخوبی جانتا ہے جس کو
وہ (مشرک) پکارتے (عبادت کرتے) ہیں (وہ کوئی چیز کیوں نہ ہو)
اور ہمارا اس حکم الٰہی عز اسمہ پر ایمان ہے اور ہم اپنی حیات و زندگی بھی ایسے
اعتقاد پر جیتے ہیں ربنا احینا علی السنۃ وامتنا علیہا واحشرنا بالصالحین

اب رہی معقول غیر مقبول عند اہل العقول والنحول کی بحث سے غرض ستم
کی گلکاریاں و رنگ آمیزیاں اور اُن کا تشدق اور بے نہایت بجز اس ایک شیطان
وسواس خناس کے سوا اور کوئی نتیجہ بخش امر نہیں ہے خوب اند خوب ہا اند
و بوند ارند۔ شیر قالین ہیں کہ منہ پھٹا ہوا ہے دانت نکلے ہوئے ہیں پنجہ
خونی با ناخنہائے دراز دراز ہے حملے کے لئے تیار ہے مخاطب پردہ
چیز ز دور و شور حملہ ہے کہ گویا کھا ہی جاتا ہے پھر بہ حقیقت ظاہر ہو گئی دم نہ
درود۔ ابھی کچھ کہا تھا کہ پھر کچھ اس کے خلاف میں بکنے لگے نہ اپنے
اقوال ما تقدم کی تردید کا خیال نہ تحقیق کا ابھی ایک امر کے مثبت تھے
ابھی اسی امر کے نافی دکھاوا بہت بڑا مگر ذکر اسم بے نتیجہ
لیحسبہ الظمان ماء مکان کی نمائش بہت پختہ مگر کبیت العنکبوت اور
ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت کے مصداق الفاظ شاندار
مگر معنی ناپیدا تعریفات مجہول تحدیدات نامعقول حجۃ الاسلام

تحقیق معقول

حضرت امام غزالی رحمت اللہ علیہ کے تصنیفات ذرا غور سے ملاحظہ فرمائے
بالخصوص ان کی کتاب تہافتہ الفلاسفہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان فلاسفہ کی
فلسفیت محض افلاس وابلاس کے علاوہ اور کوئی فائدہ بخش نتیجہ نہیں
پیدا کرسکتے چنانچہ امام صاحب رحمت اللہ علیہ مقدمہ تہافتہ الفلاسفہ میں ارشاد
فرماتے ہیں (لیعلم ان الخوض فی حکایة اختلاف الفلاسفة
تطویل فان خبطهم طویل ونزاعهم کثیر وآراءهم منتشرة
وطرقهم متباعدة ومتدابرة) پھر اس کے بعد ارسطاطالیس
کے اختلاف کا ذکر فرمایا اور بتلایا ہے کہ اس نے تمام حکمار متقدمین
کے اقوال رد کردئے تا اینکہ اپنے اوستاد افلاطون کی بھی خبر لی اور
اس مخالفت استاد کے عذر میں ارسطاطالیس نے بوضاحت تمام
ارشاد فرمایا افلاطون صدیق والحق صدیق ولکن الحق اصدق منه
پھر امام ارشاد فرماتے ہیں انما نقلنا هذه الحکایة عنهم لیعلم ان
لا ثبت ولا اتقان لمذهبهم عندهم وانهم یحکمون بظن
وتخمین من غیر تحقیق ویقین یعنی ہم نے اس حکایت کو اس
واسطے نقل کیا ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ انکا مذہب خود اس کے پاس
بودا بیہدا غیر ثابت و غیر متیقن ہے اور ان حکمار نے بے یقین
و بے تحقیق محض ظن اور اٹکل پر اپنے مذہب کی بنار ڈالی ہے اور
اٹکل و گمان پر بھی ہر مسئلہ میں حکم لگایا ہے۔ اور اس سے پہلے ابتدار
دیباچہ میں ان کے مقلدین فلاسفہ کی حقیقت کا اظہار فرماتے ہوئے
ارشاد فرماتے ہیں کہ ان مقلدین کو ان حکمار کے موٹے موٹے
ناموں نے دھوکا دیدیا ہے کقوله وانما مصدر کفرهم سماعهم

اساطین حائلۃ کسقراط وبقراط وافلاطون وارسطاطالیس
وامثالہم) ہم نے امام حجۃ الاسلام غزالی علیہ الرحمۃ کا قول
اسواسطے پیش کیا ہے تاکہ وہ ہماری سپر بنے رہے در حقیقت
مزخرفات فلسفیہ کی مثال ایسے ہے جیسے زربفت سرپوش والے
خوان کے اندر غلیظ رکھا ہوا ان کے الفاظ شائستہ وشستہ شیطان
کے شکار کی تتلی ہیں جس طرح ان کے نام ہیبت انگن ہیں بقول
امام علیہ الرحمۃ جیسے سقراط بقراط مگر دیکھو سقر بقر ہی ہے ان کے
لیے آخرت میں تو سقر ہے دنیا میں مثل بقر اہل تحقیق کے چھری کے
تلے ان کے گلے کٹے جاتے ہیں اب ہم بتلاتے ہیں کہ حکما
فلاسفہ کے اقوال اور خود حکما باہم مختلف کیوں ہیں۔ اس میں شک
نہیں ہے کہ عقل ایک جوہر لطیف نورانی ہے اپنے اصلی فطرت
پر جب تک یہہ قائم رہتی ہے اور کوئی غشاوہ ظلمانی نفسانی اس پر چھایا
نہیں جاتا ہے تو ضرور اپنی فطری نور سے اشیاء کا ادراک کر سکتی ہے
مگر اسکا نور صرف ظاہر شئے کا مدرک ہو سکتا ہے باطنی شئے پر اسکی
نظر نہیں پڑتی کیونکہ اس کے نور فطری میں وہ قوت نہیں ہے جو
پردہ کے اندر اپنی رسائی پیدا کر سکے اور یہہ ظاہر ہے کہ تمام ذوات
کائنات کی ضرور دو صورتیں ہیں ایک صورت ظاہری دوسری
صورت باطنی ظاہر باطن کا پردہ ہے عقل جس کی نظر ظاہر ہے جسکی
تعبیر خود بقول حکماء اعراض و تشخصات سے کی جاتی ہے اور ان
اعراض و تشخصات کا پردہ ذات شئے پر ہمیشہ پڑا رہتا ہے اس لئے
ذات ہر شئے محجوب بحجاب تشخصات زائدہ علی الذات ہے اور

اس کے ساتھ ہی یہ حکیم قائل ہے کہ ذات ہر شئے ہر شئے میں مبہم ہے
معرفت شئے محض تشخصات و اعراض لاحقہ بذات شئے سے
ہوتی ہے اور پھر اعراض قابل تبدل و تغیر اور ہر آن معرض زوال میں
ہیں اور ہر آن یہہ پردہ یا یہہ لباس ذات اشیاء کا بدلتا جاتا ہے جب
ذات شئے پر نظر ممنوع ہے کیوں کہ تشخصات و اعراض کا پردہ مانع
و حاجب ہو گیا ہے اور یہہ پردہ یا یہہ لباس ہر آن بدلتا ہے تو
عقل ظاہر بین کی نظر میں ہر آن ہر شئے جدید ہے اس لئے ایک
ہی ذات شئے پر بہ لحاظ لباس ان کے پاس ہر آن جدید احکام لگا
دئے جاتے ہیں تمام اس سے کہ حکم ثانی حکم اول کا موافق ہے یا مخالف
پس یہی وجہ قوی انکے اختلافات کی ہے اس لئے ان کے اقوال
حقیقت میں حضرات مقدس کے یہاں ناقابل اعتماد اور محض دروغ
و باطل ہیں کیونکہ ان کی نظر لباس پر نہیں ہے بلکہ حقیقت شئے پر
ان کی نظر پڑی ہوئی ہے اور باجابت دعائے مخبر صادق -
(اللہم ارنا حقائق الاشیاء کما ہی) ہر آن جلوہ حقیقت سے ان نظر انور
میں نمایاں ہے (اتقوا من فراسة المومن فانہ ینظر بنور اللہ)
کے یہہ مقدس حضرات مصداق ہیں یہہ کون ہیں یہہ وہ ہیں جنکا
قتیلہ عقل جو روغن استعداد فطری سے منور تھا سراج منیر نبوت
سے مشتعل ہو کر نور علی نور (یھدی اللہ بنورہ من یشاء)
کا مصداق بن گیا ہے نور نبوت نور فطرت عقل دونوں کے امتزاج
سے وہ قوت نورانی حاصل کی ہے جو بار بار آواز بلند علی رؤس
الاشہاد آواز دے رہے ہیں (لو کشف الغطاء ما ازددت

یقلنا) یعنی عروس حقیقت کو حجاب و نقاب تشخصات کے پردہ
کے سات ہم نے ایسا پہچان لیا ہے کہ پردہ اٹھا بھی دیا جائیگا
تو وہی عروس حقیقت اس پردہ سے ظاہر ہوگی جس کو بصورت پردہ
ہم نے پہچان لیا تھا ایسا ہرگز نہوگا کہ کوئی نئی بات زاید پیدا ہوگی
اہل انصاف جانتے ہیں کہ قابل الاتباع یہی مقدس حضرات ہیں
جن کے عقول مشتعل بنور نبوت ہو چکے ہیں اور جن کی نظر پردہ
پھاند کر حقیقت شئے کا جلوہ دیکھا کرتی ہے نہ کہ حکمار غیر متبع لدین
اللہ جن کی عقول نور نبوت سے مستنیر نہیں ہوئے ان کے عقول کی
روشنائی اہل حق کے عقول کے روبرو ایسے ہے جیسے کرم شب تاب
(جگنو) کی چمک دمک آفتاب کے پرتو میں حکمار کے عقول ناقصہ ان عقول
کاملہ کے حضور گم و ناپید و بے نور ہیں حقیقت بین حضرات کے اقوال
باہم مختلف نہیں ہیں اور نہ ایک حکیم حقانی دوسرے حکیم حقانی کا راد ہے
بخلاف حکمائے فلاسفہ خود انکا قول آخر ایک قول سابق کا مخالف و نیز
حکمار فلاسفہ کے اقوال بعض دوسرے حکمار فلاسفہ کے خلاف العیاذ باللہ
اس وقت تک ان حکماء بے حکمت نے عالم کو چکر میں ڈال رکھا ہے
حکمار سابق کے وہ معشوقہ زمین جس نے خال سیاہ رخسارہ مہ جبین کے
طرح تمام عالم انوار کو اپنا شیفتہ و فریفتہ بنا لیا تھا آفتاب جہاں تاب جس کی
پرستش کو عالم کا ایک حصہ اپنی نجات و برات کا وثیقہ مان رکھا ہے
رات دن پروانہ وار اس خال سیاہ پر فدا ہوتا ہے اور اسی کی آتش
عشق سے جل رہا تھا اور بخلوص تمام چادر نور کا احرام باندھکر اس کے
گرد اگرد طواف کرتا تھا اب وہ خود معشوقہ عاشق جان دادہ ہو کر گرد اگرد دائرہ ہے

تعبداً چکر لگا رہی ہے اور وہ ہفت آسمان اور اس کے بلورین طبقات منقش بنقوش ولکش انجم وکواکب آج صفحہ ہستی سے گم ہیں اور آج حکمار سابق لاحق کا مضحکہ اور نشان تیر ملامت بنے ہوئے ہیں اور یہے مبارک خطاب حکیم سے جیسے سابقین ممتاز تھے لاحقین بھی ایسے خطاب سے سرفراز ہیں بتلائے کون سچے اور کون جھوٹے کون سے واقف حقیقت اور کون غافل از حق ہیں اور کون قابل اتباع ہیں اور کون قابل اعراض۔ حکیم وہ ہیں کہ یہہ کس کو مانیں اور کس کو رد کریں ذرا حضرات خود ہم کو بتلادیں کیا حکمت اسی کا نام ہے۔ ابھی حکیم تھے ابھی جاہل ہو گئے ابھی متبوع تھے ابھی تابع ابھی عزیز تھے ابھی ذلیل۔ جناب عالی جو نور نبوت کا تابع نہو وہ ہمیشہ اسی طرح خوار و ذلیل ہوکر رہے گا (مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله ذھب الله بنورھم وترکھم فی ظلمات لا یبصرون) حضرات مقدسہ تابعان انوار نبوت روشن شمع ہیں جس کے انوار نے زمین وزمان کو منور کر رکھا ہے (الله نور السموات والارض) یہہ حضرات اور ان کے ارواح مقدسہ اور عقول مطہرہ منور بانوار الٰہیہ ہیں ان کی نظر خدائے پاک کی نظر ہے اور یہہ مومن ہیں (اتقوا من فراسة المومن فانه ینظر بنور الله) ان کی شان ہے اور یہہ محبوبان الٰہی ہیں (فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ولسانه الذی ینطق به ویده التی یبطش بھا ورجله التی یمشی بھا فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش وبی یمشی) ان کی خلقت خاصہ ہے ان کی اطاعت کرو تو نجات

پاؤں ان کو چھوڑ دو تو ہلاکت میں مبتلا ہو (اللہم ارزقنا اتباعہم وجعلنا
من ھم آمین یا رب العالمین) اب آیئے ذرا ہم ان فلاسفہ
کے چند کلمات کی تحقیق کریں اور دیکھیں کہ صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں
یا کوئی معنی بھی ہیں ہم کو فرصت نہیں ہے اور نہ ہمارا دل ایسے
خرافات کے طرف مائل ہے صرف مجبوراً ہم ان فلاسفہ کے ایک
دو اصطلاح کے متعلق کچھ عرض کر دیتے ہیں جو مسئلہ مبحوث عنہا سے
متعلق ہے ۔ واجب ممکن ممتنع یہہ تین لفظ ہیں جسکو انہیں حضرات
فلاسفہ نے وضع فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ کی وضع بمقابل موضوع لہ
ہوا کرتی ہے ۔ اور نیز موضوع لہ وجوداً لفظ موضوع سے مقدم
ہوتا ہے واجب کا موضوع لہ البتہ وضع و واضع موضوع تینوں سے
ضرور مقدم تھا مگر بتلایئے ممتنع کا موضوع لہ کیا تھا اور کیا ہے اور واضع
لفظ ممتنع کی ذہن میں اسوقت یعنی بوقت وضع اس کے موضع لہ کا تصور
کس طرح قائم ہوا جب کہ ممتنع معدوم لیس لشئی ہے اور اس نے اس
لفظ کی وضع کس طرح اور کس معنی کے مقابل میں کی ہے آیا وہ
معنی ذہن واضع میں موجود تھا یا نہ تھا ۔ نہ تھا تو وضع لفظ ممتنع کے کوئی
معنی نہیں اور تھا تو معدوم لیس لشئی کے کیا معنی اور اسکا کیا مطلب
اچھا بوقت وضع موضوع لہ کی خبر اس کو اس کے ذہن نے یا کسی دوسرے
نے اسکو دی تھی یا نہیں اگر نہیں دی تھی اور اسکا معنی بھی نہیں ہے
تو پھر لفظ ممتنع مہمل کیوں نہیں مانا جاتا اور اگر خبر دی تھی عام اس سے
کہ وہ مخبر خود اسکا ذہن تھا یا غیر تو ضرور ممتنع شئے کی تعریف میں داخل
ہوگیا اور شئے ہونا ممتنع کا ثابت ہوگیا کیوں کہ شئے وہی ہے جس کی

خبر دی جائے (اشی ما یخبر عنه ویعلم) ممتنع کی خبر واضع کو ہو چکی
تھی اور اس کا علم بھی اسکو حاصل ہو گیا تھا تو (ان اللہ بکل شئ علیم) میں
داخل ہو گیا تو پھر یہہ کہنا کہ ممتنع کا علم خداے پاک کو حاصل نہیں درحقیقت
یہہ مان لینا ہے کہ ایک ذلیل بندہ واضع لفظ ممتنع کو تو ممتنع کا علم حاصل ہے
اور خداے پاک جو اس بندے کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے
ممتنع کا علم نہیں رکھتا العیاذ باللہ اسی طرح لفظ ممکن کو بھی سمجھا اور بتلاے
کہ بوقت وضع واضع کے ذہن میں ممکن کا تصور کس طریق پر تھا میرے پاس
تو ممتنع کا تصور بہ نسبت تصور ممکن آسان ہے اور تصور ممکن مشکل اس لئے
ہے کہ عدم وجود دونو ایک دوسرے کے نقیض ہیں ان کا اجتماع
جس طرح محال ہے ارتفاع بھی محال ہے وجود کا تصور عدم کے
تصور کا مستلزم ہے اور عدم کا تصور وجود کے تصور کو لازم۔
جب واجب کا تصور ہوگا تو ممتنع کا تصور نقیضاً ہوگا اس طرح ممتنع کا تصور ہے
ممکن کا تصور جسکو عدم ہے نہ وجود کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور ممکن
کی تعریف میں تساوی عدم و وجود مانا گیا ہے اس کے سات ہی یہہ
امر مسلم حکما ہے کہ جب تک ممکن پر افاضہ وجوب کا نہو وہ موجود نہیں ہو سکتا
یعنی بلا ترجیح ممکن وجود حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر معدومیت ممکن کی بلا ترجیح
ہے جسکا معنی یہہ ہوا کہ ممکن بلا افاضہ وجوب معدوم ہے اور پھر آپنے
ممکن کو شئے مان لیا ہے اور معدوم کو لیس بشئی سبحان اللہ عجب
پیچ درپیچ راہ ہے سالک راہ نے عمر عزیز طے مسافت میں صرف
کردی مگر ہنوز گرفتار قدم ازل ہے قدم اپنے مقام سے اٹھا ہی
نہیں پھر مقصود تو کجا۔ یہہ بتلاے کہ گیہوں یا مسور یا زید یا عمر موجود ہونے سے

پہلے ممکن تھے یا واجب ۔ واجب تو آپ انکو بتلا سکتے نہیں ضرور ممکن
بتلائیں گے اور ممکن کو تو آپ نے بہ تتبع حکماء فلاسفہ قبل از افاضہ
وجوب معدوم مان لیا ہے اور افاضہ وجوب کے بعد تو وہ واجب
ہے ممکن نہیں ہے اچھا یہہ بتلائیے کہ گیہوں یا سور یا زید یا عمرو کو
قبل از وجود خدائے پاک جانتا تھا یا نہیں اگر فرمائینگے کہ جانتا تھا تو علم
معدوم ثابت ہوچکا اور اگر نہیں جانتا تھا تو نعوذ باللہ خدائے پاک
کے علم میں نقص لازم آجائیگا اور علم مابعد حادث کہلائے گا اب یہہ
بتلائیے کہ گیہوں اور سور اور زید اور عمرو کو خدائے پاک قبل از وجود جانتا
ہے وہ مفہوماً جانتا تھا یا مصداقاً و وجوداً اگر آپ فرمائینگے کہ صرف
مفہوماً جانتا تھا تو مصداقاً و وجوداً جو علم خدائے پاک کو ان کے نسبت
حاصل ہوا ہے وہ ضرور علم حادث ہوگا نعوذ باللہ اور اگر قبل از وجود
ان کو مفہوماً و مصداقاً و وجوداً جانتا تھا تو ہمارا مدعا ثابت ہوگیا اس طرح
کہ جو مصداق اور وجود اس علم ازلی میں آپ گیہوں یا سور یا زید یا عمرو کا
قبل از وجود ثابت کریں گے وہی مصداق ہم ممتنع کا مانیں گے وبس
اس طرح جھگڑا مٹ جائیگا اور آپ ہم متفق القول والاعتقاد ہوجائینگے
اب آپکا یہہ ارشاد کہ گیہوں کو سور سور کو گیہوں نہیں جانتا لغو ہوجائیگا
اسواسطے کہ گیہوں اور سور نام ہے لباس کا اور دونوں میں ایک ہی
حقیقت جلوہ گر ہے اور یہہ لباس آپ کے قول پر خدائے پاک
صورت گندم و عدس کا علم بعد الوجود حاصل کیا ہے جو حادث ہے
اگر علم قدیم میں خدائے پاک نے گیہوں اور سور کی صورت کو جان لیا
ہے تو اس مرتبہ میں گیہوں عین سور ہے اور سور عین گیہوں ہے کیونکہ

علم اجمالی آلٰہی میں جو بحیثیت عقول ممکنات بتلایا جا رہا ہے ایک
شئے دوسرے شئے سے ممیز نہیں ہے ہر شئے دوسرے
شئے کا عین ہے گیہوں سور ہے سور گیہوں ہے آپ کا
یہہ کہنا کہ گیہوں کو خدائے پاک سور اور سور کو گیہوں نہیں جانتا
یا غریب بے علم مومنوں کو چاہ ضلالت میں جھو کنا اپنا دلی مقصود ہے
یا آپ کا مبلغ علم اتنا ہی ہے جس سے گیہوں اور سور کو علیٰحدہ
کر سکیں ورنہ ٹھیک تو ہے گیہوں اور سور کو نجانتے تو دال
روٹی کے عاشق بھی نہ ہوتے۔ جب یہ علم اجمالی خدائے پاک
کو جمیع اشیاء اور ان کی عوارض و تشخصات کا علم ہے اور پھر
ہر شئے دوسرے شئے کی عین ہے تو خدائے پاک کو
ہر شئے سے اس کے ضد و نقیض کا علم بھی ازلاً حاصل ہے
اور اس کے علم کا تجدد ممتنع ہے اور اس کے ذات
و صفات حدوث و عوارض حدوث سے مقدس و مبرا ہے
اور اس پر زمانہ کا اثر مرتب نہیں ہوتا تو پھر آپ کا یہہ لکھنا کہ
بعد الوجود اس وقت گیہوں کو سور سور کو گیہوں نہیں جانتا
درحقیقت یہہ کہنا ہے کہ خدا کی ذات و صفات قابل تغیر
اور اس کا مثل ہمارے علم کے تجدد پذیر ہے اور وہ مکانی و
زمانی ہے زمانہ کے اثر سے اس کی ذات یا صفات متاثر۔
العیاذ باللہ خدائے پاک ان تمام نسبتوں سے پاک
ہے ازل سے لیکر ابد تک اس کے نسبت آن واحد ہے
اس وقت وہ جملہ عالم کو حالت ادراک میں غیر موجود فی الخارج

دیکھ رہا ہے اور جان رہا ہے اس وقت اس کی نظر پاک
اور علم مقدس میں گیہوں مسور سے مسور گیہوں سے ممیز
نہیں ہے بلکہ جو گیہوں ہے وہ مسور ہے جو مسور ہے
گیہوں (الآن علی ما علیہم کان) اس کی شان عظیم ہے
(سبحان ربك رب العزة عما یصفون) اصطلاحات
خواہ وہ معقول کے ہوں یا منقول کے ہمارے نسبت
کرتے وہ اصطلاحات اپنے مفاہیم پر صادق آتے ہیں
خارج داخل ذہن نفس الامر مفہوم مصداق وجود یہ تمام اصطلاحات
ہمارے نسبت کرتے اپنے مفاہیم پر صادق آتے ہیں
خدائے پاک کی نسبت یہ کہنا وہ مفہوماً جانتا ہے اور مصداقاً
وجوداً نہیں جانتا کمال درجے کی سوء اعتقادی وغایت درجے
کی بے ادبی ہے۔ مفہوم ومصداق میں فرق کرنے والے
ذرا میدان میں آکر اس فرق کو ثابت کر دکھائیں۔ بندوں
کے نسبت کرتے ہوئے اس فرق کا ثبوت محال ہے
چہ جائکہ خدائے پاک کے نسبت کرتے ہوئے مفہوم
ومصداق کا فرق ثابت کیا جائے جب وہاں زمانہ ہی نہیں
ہے وہاں داخل وخارج ہی نہیں ہے اور فرق وتمیز کی
گنجایش ہی نہیں اور گفتگو کا محل ہی نہیں ہے اور چون
وچرا کی جگہ ہی نہیں ہے بلکہ چون وچرا اور چون کا گذر ہی
نہیں تو پھر کیونکر اس ذات پاک کے علم میں اس حادث
ناقص منہ سے گفتگو کی جائے (ھو الاول فی عین

ظاهریہ) جس کی شان ہو اس کی ذات یا علم کی نسبت
ظاہر و باطن ذہن و خارج کی تغیرات محض وہم محض خیال
فاسد اور شیطانی مکائد و ساوس کے سوا اور کیا
ہو سکتا ہے خدائے پاک تمام مسلمانوں کو اس سوء اعتقادی
سے بچائے اور جن اہل علم نے قلم اٹھایا ہے اُن کو
اور ہمکو اپنے فضل سے بخشدے اور سیدھے راہ
لگادے تاکہ بہ تصدیق حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے
قرب و رضا کے دربار پُر انوار میں ہماری رسائی ہو جائے۔

آمین یارب العلمین

حررہٗ الفقیر المفتقر الی اللہ الغافر محمد عبد القادر واعظ۔